

①

مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ اُن کی رُشد و ہدایت کے لیے ہمیشہ انبیاء و رُسل کا انتخاب فرماتا رہا۔ اور یہ کوئی کبھی چیز نہیں تھی بلکہ خالصۃً وہی تھی، یہ محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فضلِ خاص تھا کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا اس منصبِ عظیم کے مختص فرماتا ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ<sup>ط</sup> مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ<sup>ط</sup> سُبْحَنَ اللّٰهِ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [سورۃ القصص، ۲۸: ۶۸] ”اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) چن لیتا ہے۔ انسانوں کو کوئی اختیار نہیں۔ پاک ہے اللہ اور وہ بہت بلند ہے اُس سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

## کلمہ طیبہ

آنحضرت ﷺ کے حالات، نبوت کے تقریباً سو برس کے بعد قلمبند ہوئے، اس لیے مصنفین کا ماخذ کوئی کتاب نہ تھیں بلکہ زبانی روایتیں تھیں۔

اس قسم کا موقع جب کبھی دوسری قوموں کو پیش آتا ہے یعنی کسی زمانہ کے حالات، مدت کے بعد قلمبند کیے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی عامیانہ افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں، جن کے راویوں کا نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ ان افواہوں میں سے وہ واقعات چھانٹ لیے جاتے ہیں جو قرآن اور قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔ یورپ کی سیکڑوں تاریخی تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئیں۔

لیکن مسلمانوں کے فن تاریخ کا معیار اس سے بہت زیادہ بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے، اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے، خود شریک واقعہ تھا، اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کا نام بہ ترتیب بتا دیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو اشخاص، سلسلہ روایت میں آئے، کون تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ، سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل بلکہ ناممکن تھا، لیکن سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی میں صرف کر دیں۔ ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں، جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کیے۔ ان تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال (بایوگرافی) کا وہ عظیم الشان فن تیار ہو گیا جس کی بدولت آج کم از کم لاکھ شخصوں کے حالات و واقعات معلوم ہو سکتے ہیں اور اگر ڈاکٹر اسپرنگر<sup>①</sup> کے حسن ظن کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔

① ڈاکٹر اسپرنگر، جرمن کے مشہور عربی دان فاضل تھے، مدت تک ایشیا تک سوسائٹی ملکتہ میں کام کیا، اصابع کا نسخہ انہی کی تصحیح سے ملکتہ میں چھپا، اسی کتاب کے دیباچہ میں صاحب موصوف نے لکھا ہے ”نہ کوئی قوم دنیا میں گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (منہ)

# فہرست

1		جواہر پارے
2	کلمہ طیبہ	کلمہ طیبہ
5	علاج دوست	اداریہ
7	اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت کا حکم؟ (مفتی عبید اللہ خان عقیف)	احکام و مسائل
9	کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ (۴) (مولانا ارشاد الحق اثری)	تحقیق و تنقید
14	امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق (۱) (حافظ محمد اسحاق زاہد)	مضامین و مقالات
18	اسلامی مہینے اور ان کا تعارف..... (۹) (مولانا محمد ارشد کمال)	اخذ و اقتباس
25	عمرانی علوم کو ”مشرف بہ اسلام“ کرنا (مولانا عمر فاروق السعیدی)	ہلال و صلیب
28	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباڑ (پروفیسر عبدالعظیم جانباڑ)	یاد رفتگان

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولَٰؤُلَاءِ ۚ

”بھلا جو شخص رات کی گھڑی میں عبادت میں لگا ہے کبھی سجدہ کر رہا ہے کبھی (نماز میں) کھڑا ہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے مالک کی مہربانی کی امید (بھی) رکھتا ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے (دونوں) برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ ۹

قُلْ يٰعِبَادَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۚ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۚ

(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دے میرے ایمان دار بندو اپنے مالک سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں اچھا کام کریں گے ان کے لیے (آخرت میں) اچھا (بدلہ) ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ جو لوگ (بلاؤں پر) صبر کرتے ہیں ان کو (آخرت میں) ان کا ثواب بے حساب دیا جائے گا۔ ۱۰

## گمراہ کرنے والے حکمرانوں کا فتنہ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأُتُمَةَ الْمُضِلِّينَ)) [مسند احمد، ۵/۲۷۸]

”میں اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں سے بہت ڈرتا ہوں (کہ وہ امت کو فتنوں میں مبتلا کر دیں گے۔“

## اعضائے جسم کے شر سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت ابو احمد شکیل بن حمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی دعا سکھائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہا کرو:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي، وَمِنْ شَرِّ مَ

مَنِيِّ)) [ابوداؤد: ۱۵۵۱]

”اے اللہ! میں تجھ سے اپنے کان، اپنی آنکھ، اپنی زبان، اپنے دل اور اپنی منی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔“

# علاج دوست

حافظ احمد شاہ

اداریہ

وطن عزیز میں نئے جنم کے ساتھ سے جمہوریت کو قدم رنجہ فرمائے ایک سال کا عرصہ ہو چکا ہے، جمہوریت کے آتے ہی ہمارے سیاستدانوں نے اس کی بلائیں لینا شروع کر دی تھیں۔ کچھ اس کے بناؤ سنگھار میں لگے رہے کچھ اس کی آرائش و زیبائش کی سعی کرتے رہے اور کچھ اس کے عیوب کی لپیا پوتی میں کوشاں رہے۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ اب بلائیں کم ہوتے ہوتے برائے نام رہ گئی ہیں۔ اس کا بناؤ سنگھار اترنے لگا ہے، اس کی آرائش و زیبائش ماند پڑنے لگی اور لپیا پوتی دھلنے لگی ہے۔ کیوں کہ وطن عزیز میں امریکی حملے ماضی کے مقابلے میں بڑھ رہے ہیں۔ مہنگائی نے جینا محال کر رکھا ہے، کریپشن بلندیاں پھلانگتے روز افزوں ہو رہی ہے۔ بے روزگاری میں اضافے کا تسلسل جاری ہے، صنعت کا پیہہ جام اور تجارت کا حجم روز بروز گھٹ رہا ہے، امن و امان کی صورت حال بد سے بدتر ہو رہی ہے۔ غربت، بھوک، افلاس اور حالات کی ناہم داری سے خود کشیوں کا گراف اوپر جا رہا ہے۔ لیکن سیاستدان ہیں کہ بعض چھینا جھپٹی میں مشغول ہیں اور بعض دھینگا مشتی میں مصروف۔ ہمارا عجز بڑھ رہا ہے اور ہمارے ”دوست“ کے مزاج کی برہمی بڑھ رہی ہے، علاج دوست تو ہمیں رب کائنات نے بتا ہی دیا ہے اور وہ ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم یعنی کفار کے لیے سخت اور آپس میں رحم دل یعنی نرمی کا رویہ، اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا اسوۂ حسنہ یعنی آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد کی پالیساں، کفار سے معاہدے، اپنے وعدوں کی وفاء اور عہد شکنوں سے بچنا بھی ہمارے سامنے ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے لیڈروں کو اولاً تو علاج دوست کی سمجھ ہی نہیں آ رہی اور اگر کسی کو ہے بھی تو کوئی کا نا ہونے کے سبب بے ہمت ہے تو کوئی ضعف ایمانی کے سبب جرأت سے محروم ہے۔

ہمارا نام نہاد اور دوست نما دشمن یا دشمن نما..... دوست وطن عزیز کو عالمی منڈی بنانا چاہتا ہے یعنی اہل پاکستان اپنی مصنوعات تیار کرنے کی بجائے اپنا خام مال یورپی منڈی میں سستے داموں بیچ دیں پھر اسی خام مال کی مصنوعات مہنگے داموں یورپ سے خریدیں..... دنیا کا مشاہدہ ہے کہ اس کام یعنی اقتصادی بربادی کے لیے صنعت، حرفت اور تجارت تباہ کر کے اور مہنگائی لا کر بد امنی اور بے اعتمادی کو پیدا بھی کیا جاتا ہے اور اجاگر بھی۔ ۱۹۸۸ء کے بعد سے ہم اسی ٹریک پر چل رہے ہیں اور تباہی کا گڑھا اب قریب سے قریب تر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ ہم اپنی کم فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ وطن عزیز کے جملہ مسائل اور اس کی فوری ضروریات ججز یا عدلیہ کی بحالی کے ساتھ تھقی کر دینا تو بگلا پکڑنے والی بات ہے کہ اس کی آنکھ میں موم ڈالو جب اندھا ہو تو اسے پکڑا جائے۔ حکومت اگر جرأت کرے تو ججز بحال کر دے ورنہ اس معاملے کو جوں کا توں رکھنے کے باوجود خوراک، ایندھن، ادویات، عوام تک سستے داموں اور حسب ضرورت پہنچائے۔ سرکاری واجبات (یوٹیلیٹی بل) وغیرہ بڑھانے کی بجائے کم کرے، گیس اور بجلی کا سرکاری استعمال کم کرے اور صنعتوں کے لیے ان کی سپلائی بحال کر کے صنعت کا پیہہ چلائے، جس سے تجارت بھی یقیناً رواں ہو جائے گی۔ مافیاز..... قبضہ، بھتہ اغوا اور افواہ..... ختم کرے تو معاشرہ یقیناً پر امن ہو جائے گا، عوام سکھ کا سانس لینے لگیں گے، اس طرح ججز بحالی کے احتجاج میں عوام کی شرکت خود بخود کم ہو کر حکومت کی رٹ بحال اور اس کے چیلنجز میں کمی آ جائے گی۔ اسی طرح وکلاء کی عدلیہ بحالی تحریک سے ہم دردی ان سے ہم قدمی اور ان سے وعدے وعید اپنی جگہ لیکن ان لیگ کو اپنی ممکنہ بلکہ موہومہ نااہلی سے گھبراتے

ہوئے عوام کے لیے حکومت کی غیر مفاداتی پالیسیوں میں تعاون، ان پر خاموشی کی بجائے عوام کے مفادات اور سہولتوں کو ترجیح دے کر اپنی عوام دوستی اور اپنے جذبہ خیر کے امیج کو برقرار رکھنا چاہیے۔ بصورت دیگر عوام میاں صاحبان کی سیاسی رائے کی چمک یا نرمی کو نااہلی کے خوف اور مفاداتی سیاست سے تعبیر کر لیں گے۔ حکومت نہ مرکزی غیر مستحکم کرنی چاہیے اور نہ پنجاب حکومت ہی کیوں کہ حکومتیں بنتے بنتے بنتی ہیں اور ملتے ملتے بنتی ہیں۔ ہماری مخلصانہ خواہش ہے کہ میاں صاحبان اسلام، وطن اور عوام کے احترام، استحکام اور خوش حالی کو مقدم رکھیں یعنی ان کو اپنی پہلی ترجیح بنائیں تو اللہ تعالیٰ پاکستانی عوام کی خوش حالی کے ساتھ ساتھ ان کو بھی دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازے گا۔ پنجاب حکومت ان کے پاس رہے نہ رہے، مرکزی حکومت ملے نہ ملے لیکن امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں سرخ رو کرے گا اور ضرور کرے گا۔ جس کے لیے خواہش اقتدار کی قربانی ناگزیر ہے۔

## ہفتہ رفتہ کی ایک اچھی خبر

بعد از خرابی بسا رسوات، با جوڑ وغیرہ میں نفاذ شریعت کے وعدے کے بعد ہفتوں اور مہینوں سے جاری خوں ریزی میں ٹھہراؤ، سیز فائر کے اعلانات دونوں جانب سے ہونے شروع ہو گئے ہیں اور صلح و آشتی، افہام و تفہیم جازز مطالبات تسلیم کیے جانے اور ناجائز مطالبات سے دستبرداری کے بعد حالات امن کی جانب گامزن ہو گئے ہیں۔ نوائے وقت (۲۴/ فروری ۲۰۰۹ء) کے مطابق صوفی محمد نامی بزرگ نے ”فوج کو مساجد اور سکول خالی کرنے کا کہہ دیا ہے۔ اور طالبان کو غیر مسلح ہو جانے کا حکم جاری کر دیا ہے۔“ روزنامہ ایکسپریس میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ ”صوفی محمد نے حکم دیا ہے کہ ”طالبان“ فائٹ میں آنے والی گاڑیوں کی تلاشی لینا بند کر دیں، سرکاری کاموں میں دخل نہ دیں اور ایک دوسرے کے قیدی رہا کر دیں۔“ نیز نوائے وقت میں پاک فوج کے ترجمان کی طرف سے یہ اہم بیان بھی چھپا ہے کہ ”قبائلی شورش میں ملک دشمن ایجنسیاں ملوث ہیں۔“ روزنامہ ایکسپریس کے ذریعے یہ اعتراف بھی اب اخبارات میں آ گیا ہے کہ ”بیرونی عناصر مزاحمت کاروں کو فنڈز دے رہے ہیں۔“ اب یہ انکشاف بھی ہو گیا کہ ”فائٹ فوج کی مدد کے لیے ایک سال سے امریکی فوجی ٹاسک فورس کام کر رہی ہے۔“ نیز روبرو پشیمان جنرل (ر) پرویز مشرف نے ضمیر کے خلجان اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا بلکہ اہم خبر منکشف کی ہے کہ ”فائٹ میں غیر ملکی عسکریت پسندی میں ملوث ہیں۔“

ہمارے نزدیک وطن عزیز کے بقاء و استحکام کے حوالے سے ہفتہ رفتہ کہ یہ سب سے اچھی خبر بلکہ خبریں ہیں۔ یہ معاہدہ ہونے کے بعد ”قد بدت البغضاء من افواہم“ کا اظہار بھی ہونے لگا ہے، امریکہ کو پسو پڑے ہوئے ہیں اور امریکی اتنے ”صاف گو“ یا باؤ لے ہو چکے کہ ان کا غصہ چھپائے نہیں چھپ رہا۔ یہ اندازہ ہے کہ پاکستان میں اس کے پالتو کارندے بھی سخت اذیت میں مبتلا ہوں گے۔ وہ تو اللہ بھلا کرے عسا کر پاکستان اور اس کی قیادت کا جن کے تجربے اور بصیرت نے بالآخر دین و ملت کی بھلائی کے لیے اسی حل کو بہتر جانا، جس کا درد دل رکھنے والے اہل پاکستان ایک عرصہ سے تقاضا کر رہے تھے۔ یہ کریڈٹ حکومت اور اس کے کارپردازوں کو بھی جاتا ہے جنہوں نے عسا کر پاکستان کی مخلصانہ اور ماہرانہ رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مذاکرات کا طریقہ اختیار کیا۔

اللہ تعالیٰ اس کار خیر کا انجام نیک فرمائے اور وطن دشمن شریکوں کی شرارتوں سے بچا کر اس معاہدہ کو ملانیک محمد جیسے انجام سے محفوظ رکھے اور ہمارے حکمرانوں، سیاسی دستبرداروں، ملول، ملول، ملول اور دیگر ذمہ داران کو دین، وطن اور عوام کے مفادات کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز گمراہوں کو راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت کا حکم؟

شیخ الحدیث مفتی عبید اللہ خان عقیف

إِلَى الْحُكَّامِ لِيَتَاكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْأَثَمِ وَ  
أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿البقرة: ۱۸۸﴾

”آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ اور نہ  
اس کو حکام کے آگے اس غرض سے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے  
مال کا کچھ حصہ تصدّق تانی کر کے کھانے کا موقع مل جائے۔“

عن أبي هريرة قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه  
وسلم الراشي والمرتشى في الحكم» وفي الباب عن  
عبدالله ابن عمرو وعائشة وابن حديدة وام سلمة  
قال ابو عيسى: حديث ابى هريرة حديث حسن  
وأخرجه ابوداؤد واحمد وابن حبان وصححه  
(تحفة الاحوذى وزاد فى حديث ثوبان الراش، كتاب  
الاحكام، باب ماجاء فى الراشى والمرتشى)

”رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ میں رشوت دینے والے لینے والے اور  
دونوں میں مک مکا کرنے والے (الرائش الذی یسعی  
بینہما) تینوں پر لعنت کی ہے۔“

عن عبدالله ابن عمرو قال: «لعن رسول الله  
الراشى والمرتشى» هذا حديث حواله ايضاً  
(ترجمہ وہی ہے جو پہلے لکھا جا چکا ہے)۔

### رفع ظلم کے لیے رشوت دینا

اوپر کی دونوں حسن شیخ احادیث سے ثابت ہوا کہ فیصلہ میں  
رڈوبدل کے لیے کسی کو رشوت دینا، کسی سے رشوت لینا اور رشوت کا  
ذریعہ بننا لعنتی فعل ہے۔ مگر جس شخص کی حق تلفی ہو رہی ہو اور بجز رشوت  
کے کوئی صورت اس کے حصول کی نہ ہو یا اس پر ظلم کیا جا رہا ہو اور سوائے  
رشوت کے اس کا دفعہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں تقویٰ تو یہ ہے کہ صبر کیا

**سوال** کیا اپنا حق حاصل کرنے کے لیے باہر مجبوری رشوت دی  
جاسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ تفصیلی جواب  
مطلوب ہے؟ [محمد عباس]

**جواب** بسم الله الرحمن الرحيم حامداً ومصلياً.

الجواب بعون الله الوهاب ومنه الصدق والصواب۔  
سوال کے جواب سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رشوت کی  
تعریف لکھی جائے اور پھر اس کے حکم کو واضح کیا جائے اور وہ یہ ہے:  
(الرشوة) الرشوة الوصلة إلى الحاجة بالمصانعة  
وأصله من الرشا الذى يتوصل به إلى الماء- [نہایہ  
لابن اثیر بحوالہ تحفة الاحوذى، ج: ۲، ص: ۲۷۸]

صاحب المعجم الوسيط لکھتے ہیں:

الرشوة ما يعطى لقضاء مصلحة أو ما يعطى لإحقاق

باطل أو لإبطال حق۔ [المعجم الوسيط، ص: ۳۴۸]

”رشوت وہ مال ہے جو اپنی مصلحت و ضرورت اور بھلائی کے  
لیے صاحب اقتدار یا سرکاری افسر کو احقاق باطل یا ابطال حق  
کے لیے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں یا اس کے  
حریف کے خلاف فیصلہ کر دے یا اس کا کام کر دے یا پھر اس  
کے حریف کے کام کو مؤخر کر دے۔“

مختصر یہ کہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کا نام رشوت  
ہے۔ اسلام نے حکام اور ان کے معاونین کے لیے رشوت ستانی کو حرام  
ٹھہرایا ہے۔ رشوت دینا اور اس کا قبول کرنا دونوں ناجائز ہیں، اسی طرح  
درمیان میں واسطہ بننا بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذَلُّوا بِهَا

روی أن ابن مسعود أخذ بأرض الجشة في شيء  
فأعطى دينارين حتى خلى سبيله۔

(تحفة الاحوذی ج ۲، ص: ۲۷۸)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ملک حبشہ میں کسی وجہ سے  
دھر لیے گئے تو انہوں نے بطور رشوت دو دینار دے کر اپنی  
خلاصی کرائی تھی۔“  
موصوف مزید لکھتے ہیں:

ورؤی عن جماعة من ائمة التابعين قالوا لا بأس  
أن يصانع الرجل عن نفسه وماله إذا خاف  
الظلم۔ (حوالہ مذکور)

”تابعین کی ایک جماعت کا یہ فتویٰ ہے کہ مجبور آدمی اپنے نفس  
اور مال کی حفاظت کے لیے رشوت پیش کر سکتا ہے یعنی رشوت  
دے کر اپنی جان اور مال کو ظلم و عدوان سے بچا سکتا ہے۔“  
جناب ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں:  
قیل: الرشوة ما يعطى لإبطال حق أو لإحقاق  
باطل۔ أما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أوليدفع  
عن نفسه ظلما فلا بأس به۔

(تحفة الاحوذی ج ۲، ص: ۲۷۸)

یعنی ”رشوت وہ ہے جو ابطال حق اور احقاق باطل کے لیے دی  
جائے لیکن جب آدمی دیکھے کہ اس کی جان پر یا اس کے مال پر  
ظالمانہ کارروائی ہو رہی ہے تو اس ظلم سے بچنے کے لیے کچھ مال  
(بطور رشوت) دینے میں کوئی حرج نہیں۔“  
خلاصہ کلام یہ کہ رشوت رشوت ہی ہے مگر جب کوئی آدمی اپنی جان  
یا اپنا حق تلف ہوتا دیکھے اور بچاؤ کے تمام ذرائع ناکام یا بند ہو چکے ہوں  
اور رشوت کے بغیر کوئی بھی چارہ باقی نہ رہے تو ایسی بے بسی کے عالم میں  
رشوت دینے کی گنجائش ہے تاہم تقویٰ یہ ہے کہ ایسی رشوت سے بھی حتی  
الامکان گریز کیا جائے۔

إن تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور والله  
الوكيل وعليه التكلان۔ هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم  
بالصواب والیہ المرجع والمآب فی یوم الحساب۔

جائے اور رشوت دینے سے گریز کیا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس  
کے لیے رفع ظلم اور حصول حق کی بہتر صورت پیدا فرمائیں۔ لیکن اگر سخت  
مجبوری کی بناء پر رشوت دینی پڑے تو اس صورت میں گناہ رشوت دینے  
والے پر نہیں رشوت لینے والے پر ہوگا بشرطیکہ وہ رشوت کی پیش کش سے  
قبل دوسرے تمام ذرائع اپنا چکا ہو، مگر ناکام رہا ہو اور ذرائع بے سود  
رہے ہوں۔ نیز وہ رشوت دے کر اپنے سے ظلم کو دور کرنا یا اپنا حق وصول  
کرنا چاہتا ہو نہ کہ دوسروں کی حق تلفی مقصود ہو۔

ایسی صورت میں رشوت دینا بظاہر جائز ہی معلوم ہوتا ہے بعض  
علماء اس طرح کی صورت حال میں رشوت کے جواز کا استدلال درج  
ذیل احادیث سے کرتے ہیں۔

حضرت نبی ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی شخص میرے پاس سے اپنی بغل میں صدقہ کا  
مال دبا کر نکل جاتا ہے حالانکہ وہ اس کے لیے آگ ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جب یہ اس کے  
لیے آگ ہے تو آپ اسے کس طرح دیتے ہیں؟ فرمایا:  
”کیا کروں وہ اس طرح مانگتے ہیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے اور  
اللہ عزوجل کو یہ بات پسند نہیں کہ میں بخل سے کام لوں۔“ (رواہ ابویعلیٰ و  
احمد، کتاب الحلال والحرام فی الاسلام للقرطبی ص ۴۱۸)

(۲) عن جابر قال: جاء عبد فبايع النبي ﷺ على

الهجرة ولم يشعر انه عبد فجاء سيده فقال له

النبي ﷺ «بئس ما فعلت» فاشتراه بعبدين اسودين۔

الحديث۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الربا، ص: ۲۴۵)

”ایک غلام نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہجرت پر بیعت کر لی

جب کہ آپ کو اس کے غلام ہونے کا علم نہ تھا۔ اتنے میں اس کا

مالک آگیا اور غلام کی واپسی کا مطالبہ کر دیا تو آپ نے اس کے

بدلہ میں (بطور رشوت کے) دو سیاہ فام غلام دے کر خرید لیا۔“

حضرت گوندلوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اپنا حق وصول کرنے کے  
لیے رشوت دینے کی اس حدیث میں گنجائش جھلکتی ہے۔

(۳) حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ بامر مجبوری

رشوت کے جواز میں درج ذیل واقعہ پیش کرتے ہیں:



# کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟<sup>4</sup>

مولانا ارشاد الحق اثری

## کیا کتاب الآثار پہلی صحیح کتاب ہے؟

پہلے مولانا نعمانی مرحوم کے حوالے سے ذکر کر ہو چکا ہے کہ ”کتاب الآثار“ ”ام الام“ ہے اور ”امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے۔“ مقدمہ کتاب الآثار ص ۲۲، میں بھی ان کے الفاظ ہیں: ”اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات کے درج کرنے کا التزام تھا۔“ بڑے طمطراق سے انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ موطا کی روایت سے قوت و صحت میں کم نہیں۔ ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے۔“ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۶۲)

اسی طرح انہوں نے ماتمس الیہ الحاجہ میں بھی لکھا ہے۔

”کتاب الآثار هو اول مصنف فی الصحیح۔“

(امام ابن ماجہ و کتابہ السنن، ص ۵۸)

حالانکہ کتاب الآثار میں منقطع، مراسیل روایات با کثرت ہیں۔ ہماری تتبع کے مطابق اس میں کل مرفوع روایات تقریباً ۱۰۰ ہیں، جن میں ۵۳ مرسل و منقطع ہیں۔ اسانید میں مدلس و مختلط، مجہول و ضعیف بلکہ متروک راوی پائے جاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود نعمانی مرحوم کو یہ سب صحیح معلوم ہوتی ہیں اور کتاب الآثار پہلی صحیح کتاب قرار پاتی ہے۔ کیا عبدالکریم بن ابی الحارث طریف بن شہاب، ابان بن ابی عیاش، مسلم بن کیسان الاغور، ابراہیم بن یزید المکی، جراح بن منہال، اسماعیل بن مسلم، مکی، مجالد بن سعید، لیث بن ابی سلیم، محمد بن زبیر بصری، سعید بن مرزبان وغیرہ جیسے کذاب، متروک اور ضعیف راوی بھی نعمانی صاحب کے ہاں

ثقہ اور ان کی احادیث صحیح ہیں۔ امام ابو حنیفہ خبرنا شیخ، عن شیخ، عن رجل، حدثنا شیخ لنا کہہ کر روایت کرتے ہیں۔ کیا یہ سب شیوخ ثقہ قرار دیے جائیں گے؟ حارث بن زیاد، حنظلہ بن نباتہ، کدام بن عبدالرحمن، محمد بن عبیدہ، ابوبکاش، ابوسوار ولید بن عثمان، اسحاق بن ثابت، اس کا باپ ثابت، عبداللہ بن داؤد، ابوعلی الصقیل، ابونصر سلمی، ابوغسان، ام ثور، ابوجبلہ، عبدالرحمن بن ذاذان، یحییٰ بن عبداللہ، ایسے راوی ہیں جو مجہول اور مستور ہیں۔ کیا ان سب کی روایات ”صحیح“ ہیں؟ یہ تو محض ایک سرسری جائزہ ہے۔ اب آئیے ذرا اس کی ضروری تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے اور مولانا نعمانی کا دعویٰ بھی دیکھیے کہ ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو دیکھا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے، اس میں صحیح روایات کا التزام ہے۔

## پہلی روایت

کتاب الآثار میں حدیث نمبر ۴ اور کتاب الآثار قاضی ابویوسف کی پہلی حدیث میں امام ابو حنیفہ کے استاذ ”ابوسفیان“ ہیں۔ جن کا نام طریف بن شہاب ہے۔ امام احمد، ابن معین، ابوحاتم، بخاری، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی، ابن حبان رحمہم اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن عبدالبر تو فرماتے ہیں: ”اجمعوا علی انه ضعیف الحدیث۔“ تمام محدثین کا اجتماع ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ بلکہ امام احمد، امام ابوداؤد نے فرمایا ہے: لیس بشیء اور امام نسائی نے متروک، لیس بثقة کہہ کر سخت جرح کی ہے۔ (تہذیب ص ۱۲، ج ۵)

حافظ ابن حجر نے بھی ضعیف کہا ہے (تقریب ص ۱۵۷) حافظ عبدالحق نے فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ نصب

الراہیہ، ص ۳۶۳، ج ۱، مولانا ابوالوفا افغانی جنہوں نے کتاب الآثار، امام محمد اور کتاب الآثار قاضی ابویوسف پر حواشی لکھے ہیں: وہ بھی ایک کلمہ توثیق کا اس کے بارے میں نہیں لکھ پائے۔ بس اس قدر تعارف پیش کر سکے کہ ”فلاں فلاں سے اس نے روایت لی ہے اور فلاں فلاں اس سے روایت کرتے ہیں، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔“

خلاصہ کلام یہ کہ امام صاحب کے استاد طریف ابوسفیان ضعیف اور اس کی بنا پر یہ روایت بھی ضعیف۔ مگر نعمانی صاحب نے تو ایک ایک راوی اور ایک ایک حدیث کا جائزہ لے کر حکم صادر فرمایا ہے کہ اس کی تمام احادیث صحیح اور یہ پہلی صحیح کتاب ہے۔ وہ تو اس دنیائے فانی سے چلے گئے، سب نے جانا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان سے لے جائے، زندہ ہوتے تو دریافت کرتے حضرت! طریف کو کس نے ثقہ کہا ہے اور اس حدیث کو کس نے صحیح قرار دیا ہے۔ مگر ان کے فیض یافتگان تو ہیں اور ان کے اس موقف کے علمبردار بھی ہیں، کم سے کم وہی اس کی وضاحت فرما دیں۔ قاضی ابویوسف کے ”نسخہ“ کے مطابق یہ پہلی روایت ہے۔ خشبہ اول ہی جس کی ضعیف اور کمزور ہو اس کی باقی عمارت کا اندازہ مشکل نہیں رہتا۔ ابوسفیان طریف سے اور روایت بھی ہے دیکھئے رقم ۸۱، ۹۹۔ یہاں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام صاحب نے طریف ابوسفیان سے روایت ہی نہیں لی بلکہ اس کی روایت کے مطابق فتویٰ بھی دیا ہے جیسا کہ امام محمد نے وضاحت کی ہے۔

### دوسری روایت

امام ابوحنیفہ نے ایک روایت عبدالرحمن بن ذاذان عن ابی سعید الخدری کی سند سے بیان ہے۔ جسے امام محمد نے کتاب الآثار (رقم ۱۷) میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار میں فرمایا ہے ”لم أقف لہ علی ترجمۃ“ میں نے اس کا کہیں ترجمہ نہیں پایا۔ (الایثار ص ۱۷، رقم: ۱۴۶)

اس سند کے بارے میں اختلاف ہے قاضی ابویوسف نے اسے امام صاحب سے ”داؤد بن عبدالرحمن عن شراحیل عن ابی سعید“ کی سند

سے بیان کیا ہے (الآثار رقم: ۴۵) بعض نے تو داؤد بن عبدالرحمن کی بجائے عبدالرحمن بن داؤد روایت کیا ہے۔ جس کی تفصیل جامع المسانید ص ۲۵۰، ۲۵۱، ج ۱، میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے الجہیل، ص ۵۰۵، ج ۱، میں داؤد بن عبدالرحمن کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے ”روی عن شراحیل عن ابی سعید وعنہ ابوحنیفہ لیس بالمشہور“ لہذا راوی داؤد بن عبدالرحمن ہو یا عبدالرحمن بن ذاذان ہودونوں مجہول ہیں۔ امام ابونعیم نے مسند الامام ابی حنیفہ رقم ۲۷۵ میں یہی روایت ذکر کی اور عبدالرحمن بن رداد مدنی کہا ہے۔ مگر عبدالرحمن بن رداد کا ترجمہ بھی نہیں ملا۔ مولانا ابوالوفا افغانی نے تکلفاً فرمایا کہ کوئی بعید نہیں کہ یہ داؤد بن عبدالرحمن بن یزید الاودی ہو (حاشیہ کتاب الآثار قاضی ابویوسف، ص ۹) چلئے اسے داؤد بن عبدالرحمن تسلیم کر لیتے ہیں مگر وہ بھی ضعیف ہے (تقریب ص ۹۷) اس کا استاد شراحیل بن سعد کو صدوق ہے مگر مختلط ہے اور معلوم نہیں ان کے ”تمیز رشید“ نے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے یا بعد میں۔ اس لیے یہ روایت بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

### تیسری حدیث

امام محمد نے کتاب الآثار رقم ۵۰ میں اپنے استاد ”ایوب بن عقبہ قاضی الیمامہ عن یحییٰ بن ابی کثیر“ کی سند سے روایت کی ہے۔ جب کہ ایوب کے بارے میں حافظ ابن حجر کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ ضعیف ہے (تقریب ص ۴۱) بلکہ امام احمد نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کی یحییٰ اور غیر یحییٰ سے روایات میں اضطراب ہے۔ حتیٰ کہ امام ابو داؤد نے منکر الحدیث اور ابن جنید نے ”شبہ المتروک“ کہا ہے، دیگر اکثر ائمہ نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔ تہذیب (ص ۴۰۸، ۴۰۹، ج ۱) میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

### چوتھی حدیث

امام ابوحنیفہ اپنے شیخ ”ابان عن ابی نصرۃ“ سے روایت کرتے ہیں: (کتاب الآثار محمد رقم ۷۱) یہ ابان، ابن ابی عیاش ہے جیسا کہ الایثار رقم ۱، میں حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے اور تقریب (ص ۱۸) میں کہا ہے کہ وہ متروک ہے کیونکہ امام احمد، الفلاس، ابن معین، نسائی،

دارقطنی، ابن سعد نے اسے متروک کہا ہے۔ بلکہ امام احمد نے تو فرمایا ہے ”ترك الناس حديثه منذ ههنا“ لوگوں نے ایک زمانہ سے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ امام احمد نے دیکھا کہ امام یحییٰ بن معین ”عبدالرزاق عن معمر عن ابان“ کی سند سے نسخہ لکھ رہے ہیں تو انہوں نے امام یحییٰ سے فرمایا آپ یہ لکھ رہے ہیں حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ابان کذب ہے۔ امام یحییٰ نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! میں یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اگر کوئی کذب اسے معمر عن ثابت عن انس سے روایت کرے تو میں کہوں گا تم جھوٹے ہو یہ ابان سے ہے، معمر سے نہیں۔ امام حاکم نے فرمایا ہے کہ شعبہ، ابوعوانہ، یحییٰ، عبد الرحمن بن مہدی نے اسے ترک کر دیا، وہ منکر الحدیث ہے۔ (تہذیب ص ۹۷، ۱۰۱، ج ۱) حیرانی ہوتی مولانا ابوالوفا افغانی پر، جنہوں نے اپنے علم و فضل کے باوصف ابان جیسے متروک راوی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کا تو ایک جملہ بھی نہیں لکھا بلکہ اس کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے فرمایا:

رجل صالح ضعفه من قبل حفظه۔ له في سنن  
ابی داؤد حدیث واحد مقرون بغیره۔

(شرح کتاب الآثار، ص ۱۱۸)

”ابان نیک آدمی تھا، حافظہ کی وجہ سے اسے ضعیف کہا گیا ہے۔ سنن ابوداؤد میں اس سے مقرر و آثار روایت ہے۔“  
غور فرمائیے! کیا صالح ہونے سے اس کی توثیق ہو جاتی ہے؟ اسے ضعیف ہی کہا گیا ہے یا متروک بھی؟ اس کے متروک ہونے کی وجہ سے ہی تو امام ابوداؤد نے تنہا اس سے روایت نہیں لی بلکہ مقرر و آثار ہے۔

قاضی ابویوسف نے بھی یہ روایت کتاب الآثار رقم ۳۶۸ میں بیان کی ہے گویا ابان بن ابی عیاش، امام ابوحنیفہ اور قاضی صاحب دونوں کے استاد ہیں۔ مولانا ابوالوفا افغانی نے اس کے حاشیہ میں اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام احمد نے اسے متروک کہا ہے۔ عرض ہے کہ تنہا امام احمد ہی نہیں ایک درجن کے قریب محدثین نے متروک کہا ہے۔ بلکہ امام احمد نے تو اسے کذاب بھی قرار دیا ہے۔ امام ابو نعیم نے بھی یہ

روایت مسند ابی حنیفہ (رقم ۵۹) میں بیان کی ہے اور فرمایا ہے ”جرحہ شعبہ وترکہ وحدث عنه الثوری وقال متروك الحديث“ بلکہ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قاضی ابویوسف اسے ”امام ابوحنیفہ عن ابان“ سے روایت کرتے ہیں اور حسن بن زیاد لؤلؤی اسے ”ابان عن انس“ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

امام محمد تو کتاب الآثار میں اسی حوالے سے پہلے ابراہیم نخعی کا اثر پھر ابان کی یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں ”وبهذا كله ناخذ“ ہم ان تمام پر عمل کرتے ہیں گویا امام محمد اور امام ابوحنیفہ ابان جیسے متروک اور کذاب کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

### پانچویں حدیث

امام ابوحنیفہ اپنے شیخ محمد بن زبیر سے روایت کرتے ہیں جسے امام محمد نے کتاب الآثار رقم ۱۹۷ میں نقل کیا ہے۔ یہ محمد بن زبیر بصری تیمی ہیں جیسا کہ الاثیر ص ۲۳ میں حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور تقریب، ص ۲۹۷ میں فرمایا ہے کہ وہ متروک ہے۔ تہذیب ص ۱۶۷، ج ۹ میں ہے کہ امام یحییٰ نے فرمایا ”ضعیف لاشیء“ امام بخاری نے ”منكر الحديث فيه نظر“، امام نسائی ”ضعیف ليس بشقة“، امام ابو حاتم ”ليس بالقوي في حديثه كرامة“، امام شعبہ فرماتے ہیں اس نے ایک شخص پر افتراء باندھا تھا۔ ابن عدی فرماتے ہیں قلیل الحدیث ہے اور غرائب و افراد بیان کرتا ہے۔ کسی ایک محدث سے بھی اس کے بارے میں توثیق و توصیف کا ایک کلمہ منقول نہیں۔ امام محمد اس کی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں: ”وبه ناخذ“ اس پر ہمارا عمل ہے۔ گویا متروک اور منکر الحدیث راوی کی روایت سے استدلال میں یہ بزرگ کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

### چھٹی حدیث

امام ابوحنیفہ اپنے شیخ عبدالکریم بن ابی الخارق سے روایت کرتے ہیں اور امام محمد نے کتاب الآثار (رقم ۲۰۴، ۳۷۴، ۵۹۵، ۶۲۶، ۷۶۶) میں اس کی روایات ذکر کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب، ص ۲۱۷ میں تو اسے ضعیف کہا ہے مگر لسان المیزان، ص ۱۷۳، ج ۲، میں حبیب بن

مخفف کے ترجمہ میں ”متروک“ کہا ہے۔ ابن معین، ابن عیینہ وغیرہ نے ضعیف اور نسائی، دارقطنی، سعدی وغیرہ نے متروک کہا ہے۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں ”لایختلفون فی ضعفه“ اس کے ضعیف ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام مالک اس کی شکل و صورت اور کثرت بکاء کی وجہ سے دھوکے میں آ گئے اور جب حقیقت حال سے واقف ہوئے تو اس سے روایت لینے میں معذرت کی اور غلطی کا اعتراف کیا۔ ابن حبان نے اسے ”کثیر الوهم فاحش الخطا“ کہا ہے۔ (تہذیب ص ۳۷۷، ۳۷۸، ج ۶، میزان، ص ۶۴۶، ج ۲)۔ ایسے متفق علیہ ضعیف راوی سے امام ابو حنیفہ روایت ہی نہیں لیتے بلکہ اس کی روایت سے استدلال بھی کرتے ہیں اور امام محمد فرماتے ہیں ”وبہ ناخذ“ دیکھیے رقم ۶۶، ۶۲۶، بلکہ روایت رقم ۵۹۵ میں تو وہ ”عن رجل عن عمر“ سے روایت کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس پر امام صاحب کا عمل ہے۔ کتاب الآثار لابن یوسف رقم ۲۱۵، میں عبد الکرم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی روایت ہے۔ رقم ۳۲ میں عن رجل عن ابن عمر سے بھی روایت ہے۔

#### ساتویں حدیث

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایک شیخ ابو لوطوف جراح بن منہال ہیں اور کتاب الآثار میں اس کی روایات منقول ہیں ملاحظہ ہو رقم ۴۶۱، ۵۸۹، ۵۴۱، حافظ ابن حجر نے الاثر ص ۴ میں کہا ہے ”متفق علی“ ضعفہ“ وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ امام یحییٰ اور ابن الجارود نے اسے لیس بشیء، ابن مدینی نے لایکتب حدیثہ، ابن سعد نے ضعیف، امام بخاری اور مسلم نے منکر الحدیث، نسائی، دولابی، ابو حاتم دارقطنی نے متروک اور ابن حبان نے کہا ہے ”یکذب فی الحدیث ویشرب الخمر“ وہ حدیث میں جھوٹ بولتا اور شراب پیتا تھا۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ الجراح، کوفی نہیں بلکہ ”الجزیرہ“ میں رہنے کی بنا پر الجزری تھے اور اس کے بارے میں ہے کہ ”یشرب الخمر“ وہ شراب پیتا تھا۔ البقری نے ”متهم بالكذب“ کہا ہے۔

میزان (ج ۱، ص ۳۹۰) لسان (ج ۲، ص ۹۹) وغیرہ۔

ایسے جھوٹ بولنے والے شرابی منکر الحدیث متروک بالاتفاق ضعیف راوی سے بھی امام صاحب روایت ہی نہیں بلکہ اس کی روایت سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ (دیکھیے کتاب الآثار رقم ۴۶۱، ۵۴۱، ۵۸۹)۔ مگر اس کے باوجود کتاب الآثار کی تمام روایات صحیح، اور کتاب الآثار صحیح احادیث پر مشتمل پہلی کتاب ہے (سبحان اللہ!)

#### آٹھویں حدیث

امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں ایک نام سعید بن المرزبان البوسعدی ہے اور کتاب الآثار (رقم ۲۴۲، ۸۵۰، ۸۹۱) میں اس سے روایات منقول ہیں۔ یہ ابوسعید سعید بھی ضعیف اور مدلس ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب ص ۱۲۵ میں کہا ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا ہے کہ وہ ”لیس بشیء لایکتب حدیثہ“ ہے، عمرو بن علی نے ضعیف الحدیث، متروک، امام بخاری نے منکر الحدیث، ابو حاتم نے لایجتمع بہ، نسائی نے ضعیف لیس بشفہ، دارقطنی نے متروک، عجلی نے ضعیف، الساجی نے صدوق فیہ ضعف، ابن حبان نے کثیر الوهم فاحش الخطا، ابوشام لرفاعی نے فقہ۔ ابوزرعد نے لیس مدلس کہا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ صدوق ہے تو انہوں نے فرمایا: ہاں صدوق ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ (تہذیب، ص ۷۹، ۸۰، ج ۴، میزان ص ۱۵۷، ۱۵۸، ج ۲) وغیرہ۔ سعید ضعیف ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہے اور کتاب الآثار میں یہ روایات معنعن ہیں۔ انصاف شرط ہے کہ اس کے باوصف اس کی کتاب الآثار میں احادیث صحیح ہیں؟

#### نویں حدیث

امام صاحب کے شیوخ کرام میں مسلم بن کیسان الاغور بھی ہیں اور کتاب الآثار رقم ۷۹۲ میں اور کتاب الآثار قاضی ابویوسف ص ۱۷۴، رقم ۷۹۲، میں اس کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب (ص ۳۳۶) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام دارقطنی، فلاس، نسائی اور ابن الجبید نے متروک، ساجی نے منکر الحدیث اور عمر بن علی فلاس نے ایک دوسرے قول میں ”منکر الحدیث جدا“ کہا ہے۔

## سالانہ تاج دار انبیاء ﷺ کانفرنس

مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع گجرات کے زیر اہتمام جامع مسجد صدیقیہ اہل حدیث سرگودھا روڈ نزد ریلوے پھاٹک، گجرات میں سالانہ تاج دار انبیاء کانفرنس 9 مارچ 2009 بروز پیر منعقد ہوگی۔

صدارت مولانا عبدالواحد سلفی کریں گے۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا محمد حنیف ربانی، سید سبطین شاہ نقوی و دیگر حضرات خطاب فرمائیں گے۔  
(محمد یحییٰ واہلہ خطیب مسجد ہذا)

امام احمد فرماتے ہیں: امام وکیع اس کے ضعف کی وجہ سے اس کا نام نہیں لیتے تھے۔ امام یحییٰ، امام ابو داؤد نے یس بشی، امام بخاری نے ضعیف ذاہب الحدیث، امام علی بن المدینی، العجلی، ترمذی، ابو زرہ، ابو حاتم نے ضعیف کہا۔ کسی ایک محدث سے بھی کوئی کلمہ خیر اس کے بارے میں منقول نہیں۔ (دیکھیے تہذیب، ص ۱۳۵، ۱۳۶، ج ۱۰) ضعیف ہونے کے علاوہ وہ مختلط بھی ہے۔ مزید یہ کہ کتاب الآثار امام محمد میں وہ ”عن رجل“ سے روایت کرتا ہے اور اسی روایت کے بارے میں امام محمد فرماتے ہیں ”وبہ نأخذ“ ہمارا اس کے مطابق عمل ہے۔ بجا فرمایا مگر یہ اس سند سے بہر نوع ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے کیونکہ امام صاحب کا استاد مسلم الا عور ضعیف، اس کا استاد ”رجل“ مبہم یعنی مجہول۔ چالیس ہزار احادیث سے اسی نوعیت کے راویوں سے مروی روایات کا انتخاب، عجیب انتخاب ہے۔

# امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق ①

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت)

امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے مقام و مرتبے، آپ ﷺ کے فضائل و معجزات اور آپ کی خصوصیات کا ہر مسلمان شعوری اور غیر شعوری طور پر اقرار کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنے عظیم الشان نبی ﷺ کے ان کی امت پر کون کون سی حقوق ہیں؟ تو آیے سطور ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں انہی حقوق کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

## ①.....اللہ کا بندہ اور رسول ماننا

آنحضور ﷺ کا امت پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول مانے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کا ہر مسلمان کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [التغابن: ۸]

”لہذا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس نور (قرآن) پر بھی جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔“

اسی طرح اس کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

[الاعراف: ۱۵۸]

”کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول

ہوں جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اس کے بغیر کوئی معبود (برحق) نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ لہذا اللہ اور اس کے رسول، نبی امی پر ایمان لاؤ جو اللہ اور اس کے ارشادات پر ایمان لاتا ہے اور اس کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“

لہذا نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا اور آپ جو دین لے کر آئے اسے سچے دل سے قبول کرنا فرض ہے کیوں کہ اسی پر ہر انسان کی نجات موقوف ہے۔ یاد رہے کہ آنحضور ﷺ نے آپ کو دیکھنے کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں کو ایک مرتبہ اور آپ کو دیکھے بغیر آپ پر ایمان لانے والوں کو سات مرتبہ خوش خبری سنائی۔

« طُوبَى لِمَنْ رَأَى نَبِيَّيْ وَأَمَنَ بِهِ، وَطُوبَى لِمَنْ سَمِعَ مَوَاتٍ لِمَنْ يُرَى وَأَمَنَ بِهِ »

”خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور سات مرتبہ خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔“

[الصحيحه للالباني: ۱۳۴۱]

اور جو شخص نبی کریم ﷺ اور آپ کی شریعت پر ایمان نہیں لاتا وہ یقیناً جہنمی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ:

« وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، يَهُودِيٍّ، وَلَا نَصْرَانِيٍّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ » [مسلم: ۱۵۳]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت کا کوئی شخص چاہے یہودی ہو یا نصرانی، میرے بارے میں سنے اور پھر اس حالت میں اس کی موت آجائے کہ وہ اس شریعت پر ایمان نہ لایا جسے دے کر مجھے مبعوث کیا گیا ہے تو وہ یقیناً جہنم والوں میں سے ہے۔“

واضح رہے کہ اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کا بندہ (بندگی کرنے والا) مانتا اس لیے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو اپنا بندہ قرار دیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾ [الاسراء: 1]

”پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔“

اور خود رسول اکرم (ﷺ) کا بھی یہی ارشاد گرامی ہے کہ:

« إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ »

”میں ایک بندہ ہی ہوں، لہذا تم بھی یہی کہو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔“ [بخاری]

بنابریں آپ (ﷺ) کو وہی مقام دینا ہوگا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور جب ہم رسول اللہ (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کا بندہ مانیں گے تو ان کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا۔ جس طرح کم علم و فہم لوگ آپ (ﷺ) کی تعریف میں مبالغہ آرائی کر کے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں اس کی بھی نفی ہو جائے گی۔

## ②..... تعظیم و توقیر کرنا

رسول اللہ (ﷺ) کا امت پر دوسرا حق یہ ہے کہ آپ (ﷺ) کی تعظیم کی جائے اور دل و جان سے آپ (ﷺ) کا احترام کیا جائے۔ اسی لیے آپ (ﷺ) کی حیات مبارکہ میں آپ (ﷺ) کو نام ساتھ پکارنے، یا آپ (ﷺ) کی موجودگی میں اونچی آواز میں گفتگو کرنے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا گیا اور انہیں آپ (ﷺ) کا احترام کرنے کی سختی

سے تلقین کی گئی۔

فرمان الہی ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النور: ۶۳]

”رسول (ﷺ) کو تم اس طرح مت بلاؤ جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔“

اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾

[الحجرات: ۲]

”اے ایمان والو! نبی (ﷺ) کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے بلند آواز سے اس طرح بات نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا احساس تک نہ ہوگا۔“

اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے متعلق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم کا ایک قافلہ نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان پر قنقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو امیر بنائیے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو امیر بنائیے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے بس میری مخالفت ہی کرنی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، میں آپ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ان دونوں کے مابین تکرار ہوئی یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ.....﴾

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے

کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے اس قدر پست آواز میں بات کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو ان سے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ آپ نے کیا کہا ہے۔ [بخاری: ۲۸۴۵، ۲۸۴۷]

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز فطری طور پر بلند تھی، ان کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونا بند کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں جا کر ان کی خبر لے آؤں۔ [صحیح مسلم میں اس بات کی صراحت ہے کہ جو شخص ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی خبر لینے گیا تھا وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے اور یہ ان کے پڑوسی بھی تھے۔]

پھر جب یہ آدمی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جکھائے (پریشان) بیٹھے ہیں۔ اس نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرا بہت برا حال ہے کیوں کہ میری آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی ہے۔ اس لیے میرا عمل ضائع ہو چکا ہے اور اب میں جہنم والوں میں سے ہوں۔ ان کا یہ جواب سن کر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا اور آپ کو ان کے متعلق خبر دی کہ وہ ایسے ایسے کہہ رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے ان کے پاس دوبارہ بھیجا کہ جاؤ انہیں خوش خبری سناؤ کہ آپ جہنم والوں میں سے نہیں بلکہ جنت والوں میں سے ہیں۔“

[بخاری: ۲۸۴۶، مسلم: ۱۱۹]

ان دونوں واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کا شدید احترام کرتے تھے اور ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں یہ بات ہرگز گوارا نہ تھی کہ ان کی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی ہو۔

اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کی توقیر و احترام کرنے والوں کو بشارت سناتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَلَتَبْعُوا النَّوَارَ الَّذِي أَنزَلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

”لہذا جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تعظیم اور مدد کرتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں جو ان پر اتارا گیا ہے، ایسے لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔“ [الاعراف: ۱۵۷]

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُشْرًّا وَنَذِيرًا ۖ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾

”یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا، خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور صبح و شام اس (اللہ) کی تسبیح بیان کرو۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی توقیر اور تعظیم کس طرح کرتے تھے اس کی ایک جھلک قصہ صلح حدیبیہ میں نظر آتی ہے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جو اس وقت مشرک تھے اور قریش کے نمائندہ بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے، وہ جب قریش کے پاس واپس لوٹے تو انہوں نے کہا:

(أَيُّ قَوْمٍ! وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُؤَلُّوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظَّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظَّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مَحَمَّدًا، وَاللَّهِ! إِنْ يَتَنَخَّمُ نَخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَاذُوا يَفْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمُوا خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِثُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ)

”اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں سے مل چکا ہوں، میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہ دیکھے ہیں لیکن اللہ کی قسم میں نے ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کی اس کے ساتھ اتنی تعظیم کرتے



ہوں جتنی تعظیم محمد (ﷺ) کی ان کے ساتھی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ کھنکھارتے بھی ہیں تو ان کے منہ سے نکلنے والا بلغم ان کے کسی ساتھی کی تھیلی میں ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور اپنی جلد پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم جاری کرتے ہیں تو ان کے ساتھی فوراً اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وضو والا پانی اسے مل جائے۔ اور جب وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان (ﷺ) کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور ان کی تعظیم کی بناء پر ان کی نظروں سے نظر نہیں ملاتے....“

[بخاری: الشروط باب الشروط فی الجہاد: ۲۷۳۱-۲۷۳۲]

برادران اسلام یہ بات یاد رکھیں کہ آپ (ﷺ) کی تعظیم کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے جو دین امت تک پہنچایا اسے کامل تصور کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کو درست نہ سمجھا جائے۔ اور آپ (ﷺ) نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے پرہیز کیا جائے۔ آپ (ﷺ) کی سنت مبارکہ کو زندہ کیا جائے، آپ (ﷺ) کی دعوت توحید کو خوب پھیلایا جائے، شرک و بدعت کے خلاف جہاد کیا جائے، آپ (ﷺ) کی سیرت کو اپنایا جائے اور آپ (ﷺ) کی طرف جھوٹی اور من گھڑت باتوں کو منسوب نہ کیا جائے۔

اس موضوع کی مناسبت سے یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آنحضور (ﷺ) کی تعظیم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مقرر کردہ حدود سے زیادہ نہ ہو کیونکہ حدود کے اندر رہتے ہوئے آپ (ﷺ) کی تعظیم تو بجا ہے بلکہ ایمان کا حصہ ہے، لیکن ان سے تجاوز کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ چنانچہ آپ (ﷺ) نے خود فرمایا:

« لَا تُطَرُونَنِي كَمَا أَطَرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ »

”میری تعریف و تعظیم میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی تعریف و تعظیم میں حد سے تجاوز

کیا۔ میں تو محض ایک بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“ [بخاری]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ إِنَّنَا إِلَّا نَزِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّلْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ ﴾

[الاعراف: ۱۸۸]

”(اے پیغمبر) کہہ دے میں اپنی ذات کے نفع نقصان کا (بھی) مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائی کر لیتا اور مجھے کچھ تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو کچھ نہیں مگر (ایک بندہ) ایمانداروں کو ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا۔“

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِن أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴾

[الانعام: ۵۰]

”ان سے کہئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو پیروی کرتا ہوں اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ ان سے پوچھو کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر تم لوگ کیوں نہیں سوچتے؟“ [جاری ہے]

### ضرورت رشتہ

بیٹی خلع یافتہ عمر ۲۶ سال تعلیم ایم اے۔ بی ایڈ باپردہ کے لیے دینی ذہن رکھنے والے پڑھے لکھے خاندان سے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: 0323-8860948

# اسلامی مہینے اور ان کا تعارف ۱

مولانا محمد ارشد کمال

## ذوالحجہ

ذوالحجہ اسلامی سال کا بارہواں اور آخری قمری مہینا ہے۔ تلفظ کے سلسلے میں ذوالک اعراب تو گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے لہذا یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں جب کہ الحجہ میں ح کو مفتوح اور مکسور زبر اور زیر کے ساتھ دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ مگر ج بہر صورت مشدود ہی رہے گی۔ لہذا اس کی ادائیگی یوں ہے: ذُل۔ ح۔ جَـتۃ۔ اسے بھی بسا اوقات آخر کی تائے فوقانی کو حذف کر کے ذوالحج کہہ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لفظ بھی مذکر استعمال ہوتا ہے اور ذوات الحجۃ اس کی جمع ہے۔ دور جاہلیت میں اسے بُرک اور مُسبَل بھی کہا جاتا تھا۔

الحجۃ حج، ایک بار حج کرنا یا سال کو کہتے ہیں، کیونکہ یہ اسم مرۃ ہے اور حَجَّاً سے ماخوذ ہے جو باب نصر بنصر سے مصدر آتا ہے۔ لہذا ذوالحجہ کا پورا معنی یہ ہوا: ایک حج والا یا سال والا مہینا۔

اسے ذوالحجہ کہنے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں:

① چونکہ سال میں صرف ایک ہی بار حج ہو سکتا ہے جو اس مہینے میں کیا جاتا ہے اس لیے اسے ذوالحجہ کہا گیا۔

② اس مہینے کے اختتام پر ایک اسلامی سال مکمل ہو جاتا ہے اس لیے اسے ذوالحجہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

③ اس مہینے میں فریضہ حج ادا کیا جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے بھی ذوالحجہ کہہ دیا گیا۔

سیدنا ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو منیٰ میں خطبہ دیا۔ خطبے میں آپ نے پوچھا:

« یا ایہا الناس! ایّ یوم ہذا؟ »

”لوگو! آج کون سا دن ہے؟“ لوگ بولے کہ یہ حرمت والا

دن ہے۔“

پھر آپ نے پوچھا:

« فأیّ بلد ہذا؟ »

”یہ شہر کون سا ہے؟“ لوگوں نے کہا: حرمت والا شہر ہے۔

پھر پوچھا:

« فأیّ شہر ہذا؟ »

”یہ مہینہ کون سا ہے؟“ لوگوں نے کہا: یہ حرمت والا مہینا ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« فلین دماء کم و أموالکم و أعراضکم علیکم

حرام کحرمة یومکم ہذا فی بلدکم ہذا فی

شہرکم ہذا »

”بے شک تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک

دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر

کی حرمت اور اس مہینے کی حرمت ہے۔“

اس بات کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر

اٹھا کر فرمایا:

« اللہم! هل بلغت؟ اللہم هل بلغت؟ »

”اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ اے اللہ! کیا میں

نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے؟“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ

میں میری جان ہے آپ کی یہ وصیت آپ کی ساری امت کے لیے ہے

کہ حاضر (جاننے والا) غائب (ناواقف) کو پہنچا دے۔ آپ ﷺ نے

پھر فرمایا:

» لا تَرَجِعُوا بَعْدِي كَفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ

بَعْضُ» (بخاری، کتاب الحج، باب الخطیبة ایام منی، رقم: ۱۷۳۹)

”میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافرنہ بن جانا۔“

ذوالحجہ کی فضیلت: ذوالحجہ بھی بڑا بابرکت مہینا ہے، یہ ان چار بزرگ اور محترم مہینوں میں سے ایک ہے جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مِنْهَا أَدْبَعَ حُرُمٌ ﴾ (التوبة: ۳۶)

یعنی ”سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے ”سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں تین لگاتار: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم جب کہ چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔“ [بخاری، رقم: ۳۱۹۷]

اسی طرح یہ اَشْهُرُ حَجِّ کا آخری مہینا ہے جن کا قرآن مجید میں یوں ذکر ملتا ہے:

﴿ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَةٌ ﴾

”حج کے مہینے (معین ہی جو) معلوم ہیں۔“

نبی ﷺ نے اپنے چار عمروں میں سے ایک عمرہ اسی مہینے میں حجۃ الوداع کے ساتھ کیا جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ماہ ذی الحجہ وہ عظیم اور بابرکت مہینا ہے جس میں دنیا بھر سے مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ شریف پہنچتے ہیں۔

ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا آخری قمری مہینا ہے، اس کے اختتام پر اسلامی سال کی تکمیل ہوتی ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت: ماہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ کتاب و سنت کی رُو سے افضل ترین عشرہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْفَجْرَةَ وَلَيَالِ عَشْرٍ ﴾ [الفجر: ۲۰]

”فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دس راتوں سے مراد

ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ [تفسیر طبری، ۱۵/۱۸۳-۱۸۵]

یہی قول سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ، امام مجاہد، قتادہ، ضحاک، سدی، مسروق، عکرمہ وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ امام طبری، ابن کثیر و دیگر مفسرین اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا ان ایام کی قسم کھانا ہی ان کی عظمت اور فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کیوں کہ رب العالمین کسی عظمت والی چیز ہی کی قسم اٹھاتا ہے۔

عشرہ ذی الحجہ میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ تعالیٰ کو دوسرے دنوں میں کیے ہوئے نیک اعمال سے زیادہ پیارا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَلْعَمَلُ الصَّالِحِ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ

هَذِهِ الْأَيَّامِ » یعنی ایام العشر قالوا: یا رسول اللہ!

ولا الجهاد فی سبیل اللہ؟ قال: « وَلَا الْجِهَادُ فِي

سَبِيلٍ » قال: « إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ

يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ » [ابوداؤد، کتاب الصیام، باب فی

صوم العشر، رقم: ۲۴۳۸ صحیح]

”اللہ تعالیٰ کو کوئی نیک عمل کسی دن میں اس قدر پیارا نہیں جتنا کہ ان دنوں میں پیارا ہے۔“ یعنی ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور پھر کچھ واپس نہ لایا ہو (شہید ہو گیا ہو)۔“

سیدنا ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَلْعَمَلُ فِيهَا أَفْضَلُ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ »

قیل: ولا الجهاد فی سبیل اللہ؟ قال: « وَلَا الْجِهَادُ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ » [الترغیب والترہیب ۲/۱۵۰، رقم:

۱۷۲۶، قال المنذری: رواه الطبرانی باسناد صحیح]

”کوئی نیک عمل اس قدر افضل نہیں جتنا ان دس دنوں میں

افضل ہے۔ آپ سے پوچھا گیا: کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟  
فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
« أَفْضَلُ أَيَّامِ الدُّنْيَا الْعُشْرُ » یعنی عشر ذی الحجۃ،  
قیل: ولا مثلھن فی سبیل اللہ؟ قال: « وَلَا مِثْلُھُنَّ  
فِی سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ عُفِّرَ وَجْھُہُ بِالتُّرَابِ »  
[التروغیب والترہیب ۲/۱۵۰، رقم: ۱۷۲۷ وقال المنذری

رواہ البزار باسناد حسن و ابو یعلیٰ باسناد صحیح]

”دنیا کے تمام دنوں سے افضل ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔“  
عرض کیا گیا: اللہ کی راہ میں اتنے دن جہاد کرنا بھی ان کے برابر  
نہیں: ”اتنے دن اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی ان کے برابر نہیں  
ہو سکتا۔ ہاں مگر وہ آدمی جس نے جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا چہرہ  
خاک آلود کر لیا۔“

حافظ ابن حجر عشرہ ذی الحجہ کی اس فضیلت کا سبب بیان کرتے  
ہوئے فرماتے ہیں:

« والذي يظهر ان السبب في امتياز عشر ذي  
الحجة لمكان اجتماع امهات العبادات فيه وهي  
الصلاة والصيام والصدقة والحج ولا يتاتي ذلك في  
غيره » [فتح الباری ۲/۵۹۳]

”عشرہ ذی الحجہ کی اس امتیازی شان کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے  
کہ اس میں بنیادی عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور حج وہ  
سب اکٹھی ہو جاتی ہیں جو ان کے علاوہ کسی اور دن میں جمع  
نہیں ہوتیں۔“

عشرہ رمضان اور عشرہ ذی الحجہ: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا  
ذوالحجہ کے اس عشرے کی فضیلت رمضان کے آخری عشرے سے بھی  
زیادہ ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
فالصواب فيه أن يقال: ليالي العشر الاخير من

رمضان افضل من ليالي عشر ذي الحجة، وایام  
عشر ذي الحجة افضل من ایام عشر رمضان،  
وبهذا التفصيل يزول الاشتباه ويدل عليه ان ليالي  
العشر من رمضان انما فضلت باعتبار ليلة القدر  
وهي من الليالي وعشر ذي الحجة انما فضلت  
باعتبار ایامه اذ فيه يوم النحر، ويوم عرفة ويوم  
التروية»۔ [زاد المعاد ۱/۱۹]

”اس میں زیادہ درست رائے یہ ہے کہ رمضان کی آخری دس  
راتیں ذوالحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں اور ذوالحجہ کے دس  
دن رمضان کے ان دس دنوں سے افضل ہیں۔ لہذا اس تفصیل  
سے یہ تمام اشکال دور ہو جاتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ  
رمضان کی دس راتیں اس لیے افضل ہیں کہ ان میں لیلۃ القدر  
ہے اور ذی الحجہ کے دس دن اس لیے افضل ہیں کہ یوم النحر، یوم  
عرفہ اور یوم ترویہ انہی میں آتے ہیں۔“  
علامہ عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمختار ان ایام هذه العشر افضل ليوم عرفة  
وليالي عشر رمضان افضل لليلة القدر، لأن يوم  
عرفة أفضل ایام السنة وليلة القدر أفضل ليالي  
السنة ولذا قال: « مامن ایام » ولم يقل: من  
ليالي۔ [تحفة الاحوذی، ۳/۵۳۰]

”قول مختار یہ ہے کہ یوم عرفہ کی وجہ سے ذوالحجہ کے دس دن  
افضل ہیں اور شب قدر کی وجہ سے رمضان کی (آخری) دس  
راتیں افضل ہیں۔ کیوں کہ یوم عرفہ سال کے تمام دنوں سے  
افضل ہے اور شب قدر سال کی سب (بلکہ ہزار سال کی)  
راتوں سے افضل ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے یہ فرمایا:  
(ما من ایام) یہ نہیں فرمایا (ما من لیال)۔“

یوم عرفہ کی فضیلت: یوم عرفہ نو ذی الحجہ کو کہتے ہیں، جس دن حجاج  
کرام میدان عرفات میں ہوتے ہیں۔ یہ وہی دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ

نے دین اسلام کی تکمیل فرمائی اور اہل اسلام پر اپنی نعمت کو پورا کیا۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَدَيِّنْتُكُمْ وَآتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ

نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ: ۳]

”آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں، جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ ﷺ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔“

[بخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان و نقصانہ، رقم: ۴۵]

جامع ترمذی کی روایت میں: انزلت یوم عرفة فی

الجمعة کے الفاظ ہیں: [کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۴۳]۔

ایک روایت میں یوں وضاحت ہے کہ جناب کعب احبار نے کہا کہ اگر یہ آیت اس امت (مسلمہ) کے علاوہ کسی اور امت پر نازل ہوتی تو وہ اس کے یوم نزول کو عید بنا لیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے کعب! وہ کون سی آیت ہے؟ تو کعب نے کہا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ سیدنا عمر نے فرمایا: یقیناً میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں یہ نازل ہوئی۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور یوم عرفة تھا جب کہ یہ دونوں دن ہی ہمارے لیے الحمد للہ عید کے دن ہیں۔ [تفسیر طبری، ۱۰۰/۲، رجالہ ثقات]

جناب عمار بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی تو وہاں ان کے پاس ایک یہودی بھی تھا وہ کہنے لگا: اگر یہ آیت ہم

پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (تو ایک عید کی بات کرتا ہے) یہ تو دو عیدوں یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے۔ [ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۴۳]

سیدنا عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن ہمارے ہاں عید ہی شمار ہوتا ہے، اس لیے ہم بھی اس آیت پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ جمعہ کا دن ہفتہ کے ایام میں عید کا دن ہے جس کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے جب کہ یوم عرفہ کے عید ہونے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔

①..... یوم عرفہ کے بعد آئندہ جو رات آتی ہے اس کے متصلاً یوم نحر آ جاتا ہے یعنی یوم نحر یوم عرفہ سے ملا ہوا ہے اور کسی شے کے قریب اور متصل جو چیز ہو اسے بھی شے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ جیسے حدیث میں ہے: (شهران لا ينقصان: شهر اعيد رمضان و ذوالحجہ) ذوالحجہ تو عید کا مہینا ہے لیکن رمضان کو عید کا مہینا اس لیے قرار دیا گیا کیوں کہ عید اس سے متصل ہے۔ اسی طرح یوم عرفہ چوں کہ یوم نحر سے متصل ہے لہذا اسے یوم عید قرار دے دیا گیا۔

②..... یوم عرفہ کو یوم عید قرار دینے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یوم نحر تو عید ہے ہی لیکن یوم عرفہ بھی لوگوں کے لیے خصوصاً حجاج کے لیے یوم عید ہی ہے کیونکہ اس دن حج کا اصل رکن وقوف عرفہ ادا ہوتا ہے۔ حجاج کی دعاؤں کی برکت سے لوگوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں، حجاج کے مراتب اور درجات بلند ہوتے ہیں، اس لیے یہ دن بھی عید ہی ہے۔ یوم عرفہ کے فضائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ سال کے دوسرے دنوں کے مقابلے میں لوگوں کی زیادہ تعداد کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتَقَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو أَنْ يُسْأَلَ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ؟ »

[مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفہ، رقم: ۱۳۴۸]

”اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا (اس دن) وہ (اللہ اپنے بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: یہ میرے بندے کس ارادے سے آئے ہیں؟“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُسَاهِي بِأَهْلِ عَرَفَةَ، يَقُولُ: أَنْظِرُوا إِلَيَّ عِبَادِي أَتُونِي شُعْنًا غُبْرًا» [احمد ۲/۲۲۴، قال الهيثمي في الجمع ۳/۴۲۱ رواه

احمد والطبرانی في الصغير والكبير، ورجال احمد موثقون]

”بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام اپنے فرشتوں کے سامنے اہل عرفات پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے! میرے بندوں کی طرف دیکھو وہ میرے پاس بکھرے ہوئے بالوں (اور) غبار آلود چہروں کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ يُسَاهِي بِأَهْلِ عَرَفَاتِ أَهْلِ السَّمَاءِ يَقُولُ لَهُمْ: أَنْظِرُوا إِلَيَّ عِبَادِي جَاؤُونِي شُعْنًا غُبْرًا»

[حاکم ۱/۴۶۶، ابن حبان، رقم: ۳۸۴۱، وقال الحاكم: هذا حديث

صحيح على شرط الشيخين، وقال الهيثمي في الجمع ۳/۴۲۱، رواه

احمد و رجاله رجال الصحيح]

”بے شک اللہ تعالیٰ اہل عرفات پر آسمان والوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: میرے بندوں کی طرف دیکھو وہ میرے پاس بکھرے ہوئے بالوں، غبار آلود چہروں کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔“

یوم عرفہ کا روزہ: سیدنا ابوقادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُكْفَرُ السَّنَةُ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ» [مسلم، كتاب

الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام..... رقم: ۱۱۶۲]

”وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔“

دوسری روایت میں ہے:

«صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أُحْسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ»

[ترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء في فضل صوم يوم عرفه،

رقم: ۷۴۹ وقال: حديث ابى قتاده حديث حسن]

”یوم عرفہ کا روزہ ایسا ہے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دے گا۔“

ان احادیث میں یوم عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت بیان ہوئی ہے لیکن اس سلسلے میں دو باتیں ذہن نشین کرنی چاہیے:

①..... یوم عرفہ کا روزہ صرف ان حضرات کے لیے ہے جو حج میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات جو عرفات میں موجود ہوں، وہ روزہ نہیں رکھیں گے کیوں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں اس دن کا روزہ نہیں رکھا تھا۔ چنانچہ ام فضل بنت حارث سے مروی ہے کہ ان کے سامنے کچھ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزے کے متعلق اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ اس لیے انہوں (ام فضل) نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ آپ ﷺ اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے ناں چہ آپ ﷺ نے وہ دودھ پی لیا۔

[بخاری، كتاب الحج، باب الوقوف على الدابة بعرفة، رقم: ۱۶۶۱]

②..... یوم عرفہ کے روزے کے متعلق ہمارے ہاں تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے کہ کس دن رکھا جائے؟ بعض کے نزدیک عرفہ کے دن ہی رکھا جائے خواہ ملک کے حساب سے قمری تاریخ آٹھ یا نو ہو، کیوں کہ حدیث میں یوم عرفہ کا ذکر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یوم عرفہ نو ذی الحجہ ہی کا

دن ہے لہذا اسی دن روزہ رکھنا چاہیے جیسے عیدین، رمضان کے روزے اور شب قدر وغیرہ ہر علاقے کی اپنی رویت کے اعتبار سے ہے، ایسے ہی یوم عرفہ کا معاملہ ہے۔ کیونکہ اس بات پر تو تقریباً سب ہی متفق ہیں کہ یوم ترویہ، یوم النحر، یوم تہ اور ایام تشریق وغیرہ بالترتیب آٹھ، دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی تاریخ کے نام ہیں۔ اسی طرح یوم عرفہ نو ذی الحجہ کا نام ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں شیخ محترم حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پاکستان اور سعودی عرب کے مابین قمری تاریخ کا فرق ہے، کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم۔ معلوم ہے بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق منائی جاتی ہے، اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے مطابق ہوتا ہے۔ ان تینوں امور میں اپنے ملک کی قمری تاریخ کو ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے جو دلائل ہیں، وہ نو ذی الحجہ پر بھی صادق آتے ہیں لہذا نو ذی الحجہ میں بھی اپنے ملک کی ہی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔“ [احکام ومسائل ۲/۴۱۹]

جناب کریم مولیٰ ابن عباس سے مروی ایک حدیث بیان کر کے مزید فرماتے ہیں:

”اس حدیث سے پتہ چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی (یعنی مقامی) طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا، روزہ میں، عیدین میں، یوم عاشوراء میں، یوم عرفہ میں اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں ہر علاقے کی اپنی رویت معتبر ہوگی۔“ (ایضاً)

**یوم عرفہ کی دعا:** جناب عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« خیر الدعاء دعاء یوم عرفہ وخیر ماقلت أنا والنبیون من قبلی: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ،

لہ الملك ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر»

[ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعایوم عرفہ، رقم: ۳۵۸۵]

”بہترین دعایوم عرفہ کی دعا ہے اور بہترین (کلمہ) جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا وہ یہ ہے: (ترجمہ) اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اور سب تعریفیں بھی اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

**یوم نحر اور یوم قمر کی فضیلت:** یوم نحر ذوالحجہ کا دسواں دن ہے کیونکہ اس دن عام مسلمان اپنے قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہی دن مسلمانوں کی عید الاضحیٰ کا دن ہے اور یوم قمر سے مراد ذوالحجہ کا گیارہواں دن ہے۔ اسے یوم قمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن حجاج کرام منیٰ میں قرار کرتے ہیں یعنی ٹھہرتے ہیں یا حج کے اعمال سے فارغ ہو کر اس دن آرام کرتے ہیں۔

یوم نحر اور یوم قمر بھی بڑے ہی مبارک اور بزرگ ایام ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن قرط بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ أَكْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ »

[ابوداؤد، کتاب المناسک، باب، رقم: ۱۷۶۵ و اسنادہ صحیح]

”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر عظمت والا دن یوم نحر ہے پھر اس کے بعد یوم قمر ہے۔“

دوسری روایت میں یوں ہے:

« أَفْضَلُ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمُ الْقَرِّ » [ابن

حبان، کتاب الصلاة، باب العیدین، رقم: ۲۸۰۰ صحیح]

”سب سے زیادہ فضیلت والے دن اللہ کے ہاں یوم نحر اور (پھر) یوم قمر ہیں۔“

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ یوم نحر تمام دنوں سے افضل ہے لیکن علما کی ایک جماعت اس طرف ہے کہ جمعہ کا دن افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

« خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة »

اس صحیح حدیث کو ابن حبان نے بیان کیا ہے۔ اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اور سال کے دنوں میں یوم نحر افضل ہے۔

بہر حال یوم نحر سال کے تمام دنوں میں سے افضل ہے جن میں یوم جمعہ اور دیگر ایام بھی آ جاتے ہیں اور یوم جمعہ ہفتہ کے ایام میں سے افضل ہے اگر یوم نحر جمعہ کے دن کو ہو تو دو فضیلتیں جمع ہو گئیں، اگر الگ الگ ہوں تو افضلیت یوم نحر ہی کو ہوگی جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

[تعلیقات الحافظ ابن القیم علی سنن ابی داؤد]

یوم نحر کو قرآن مجید میں [يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ] [التوبة: 3] ”جج اکبر کا دن“ بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یوم جج اکبر کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ یوم نحر ہے۔“

[ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی یوم الحج الاکبر، رقم: ۹۵۷ وسندہ صحیح]

سیدنا ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر کو حجرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

« هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ » [بخاری، کتاب الحج، باب

الخطبة، ایام منی، رقم: ۱۷۴۲]

”یہ جج اکبر کا دن ہے۔“

یوم نحر کو جج اکبر کا دن اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن جج کے سب سے زیادہ اور اہم مناسک ادا کیے جاتے ہیں۔ عوام عمرے کو جج اصغر کہا کرتے تھے اس لیے عمرے سے ممتاز کرنے کے لیے جج کو جج اکبر کہا گیا۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جو جج جمعہ والے دن ہو وہ جج اکبر ہے یہ بالکل بے اصل بات ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

یوم نحر کو بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھے بھی منی میں یہ اعلان کرنے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک جج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر نہ کرے اور جج اکبر کا دن یوم نحر ہے۔ اسے جج اکبر اس لیے کہا گیا کہ لوگ (عمرہ کو) جج اصغر کہنے لگے تھے تو ابوبکر صدیق نے اس سال مشرکوں سے جو عہد لیا تھا، اسے واپس کر دیا اور دوسرے سال حجۃ الوداع میں جب رسول اللہ ﷺ نے جج کیا تو کوئی مشرک شریک نہیں ہوا۔

[بخاری، کتاب الحج، باب کیف یبذل الی اهل العهد، رقم: ۳۱۷۷]

رسول اللہ ﷺ نے اپنے جج سے ایک سال پہلے نو ہجری میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر جج بنا کر روانہ فرمایا تھا اور اس موقع پر سورت توبہ کی آیات کے ذریعے سے کفار سے اعلان برأت کیا گیا تھا۔ [جاری ہے]

## ضرورت رشتہ

ایک اہل حدیث دینی گھرانے کے  
نوجوان خوبرو پوسٹ گریجویٹ ملازم لڑکے  
کے لیے ہم پلہ پابند صوم و صلوٰۃ خوبصورت  
دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

ترجیاً شہری حلقہ

رابطہ

4 بجے سہ پہر تا 10 بجے رات

فون نمبر: 0333-8104829



# عمرانی علوم کو ”مشرف بہ اسلام“ کرنا ہمارا اہم ترین ہدف ہے

مولانا عمر فاروق السعیدی (منڈی وار برٹن)

شریعت صادر ہوئے وہ ”دین“ اور جن امور کا تعلق لوگوں کی عادات اور ان کے نت نئے تجربات سے ہے اسے ”دنیا“ کہہ دیا گیا ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے: <sup>(۱)</sup>  
« أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ »  
”تم اپنی دنیا کے معاملات بہتر جانتے ہو۔“

ورنہ مسلمان کے تمام معاملات عبادات سے متعلق ہوں یا عادات و معاملات اور سماج سے سب ہی دین کا حصہ ہیں۔ مشاہدہ و تجربات انسانی زندگی کا لازمی اور فطری حصہ ہیں اور ان کے نت نئے نتائج سامنے آتے رہتے ہیں شریعت نے ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور نہ علمائے راسخین ہی نے کبھی ان کی حوصلہ شکنی کی ہے لیکن ان امور کی حد بندی ضرور کی ہے اور علماء کی تنقید صرف ان حدود سے تجاوز پر ہوتی ہے۔ مثلاً:

انگور کا شیرہ اور اس کا شربت لذیذ اور طیب چیز ہے۔ اگر اس سے سرکہ بنالیا جائے تو بھی طیب و طاہر ہے۔ مگر اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر اسے شراب (خمر) بنالیا جائے تو حرام اور نجس ہے۔ قانون ربانی اور سنت الہیہ یہ ہے کہ انگور کے شیرہ میں خاص تصرف سے اسے شراب

گزشتہ دنوں نوائے وقت میگزین (۸/فروری ۲۰۰۹ء) میں ایک محترم مقالہ نگار کی ایک تحریر نظر سے گزری۔ انہوں نے مسلمانوں کے زوال کا سبب ان کی ”رجعت پسندی“ قرار دیتے ہوئے، ایک پھبتی یہ بھی کس دی ہے کہ ”دوسرے غیر اسلامی علوم کو ”مشرف بہ اسلام“ کرنے کے سلسلے میں جناب مودودی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ”تعلیمات“ میں یہ مشورے دیے ہیں (معناہ).....“

اس بارے میں گزارش ہے کہ فی الواقع اس میں کوئی خفا نہیں کہ ہم دینی اداروں میں گوشہ گیر افراد دین و عقیدہ کے معاملے میں بھٹکتی ہوئی انسانیت ہی کو ”مشرف بہ اسلام“ کرنے کے درپے نہیں، بلکہ ہر طرح کے عمرانی علوم کو بھی مشرف بہ اسلام کرنا ہمارا اہم ترین ہدف ہے اور یہ ہمارا بفضل اللہ تعالیٰ اعزاز اور شرف ہے (ولو كره الكافرون، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے)۔

ہمارے آقا، محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ”دین و دنیا“ کی دوئی کو مٹا کر اسے ایک ہی عمل (دین) قرار دیا ہے۔ تقریر و تحریر میں ”دین و دنیا“ کی جو ترکیب لکھنے پڑھنے میں آتی ہے، اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو امور محمد رسول ﷺ کی زبان اور فعل سے بطور

(۱) أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مریقوم یلقحون، فقال: «لولم تفعلوا رصلح» قال: فخرج شیباء، فمر بهم، فقال:

«ما نخلکم؟» قالوا: قلت: کذا و کذا، قال: «أنتم أعلم بأمر دنیاکم» (صحیح مسلم، الفضائل، حدیث: ۶۱۲۸)

یعنی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنی کھجوروں کی مخصوص قسم کی پیوندکاری کر رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو بھی درست ہے۔ چنانچہ پھل بڑا ناقص سار ہا تو آپ (دوسری مرتبہ) ان کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ تمہاری کھجوروں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی نے ایسے فرمایا تھا۔ تب آپ نے فرمایا: ”تم اپنی دنیا کے بارے میں زیادہ جانتے ہو۔“

بنایا جاسکتا ہے اور وہ بنتی بھی ہے مگر شریعت نے اس اقدام کی اجازت نہیں دی۔

اس عمل کی تفہیم ایک عام مسلمان اور نوخیز ذہن کو اسی طرح ہوگی کہ اللہ کے قانون سے انگور کا شیرہ شراب بن جاتا ہے، جس کا بنانا اور استعمال ایک مسلمان کے لیے حرام ہے۔

بیماری کی حالت میں ادویات کا استعمال فطرت انسانی میں داخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی تلقین فرمائی ہے۔ ان کے اثرات مجرب اور حق ہیں مگر یہ سب اللہ عزوجل کی مشیت سے ہے کہ ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی نہیں بھی ہوتا یا منفی ہوتا ہے۔

عقیدہ توحید کا تقاضا اور اسلوب بیان یوں ہوگا کہ:

”میں نے دوا استعمال کی اور اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی ہے۔“

یا ”فلاں ڈاکٹر یا طبیب بڑا مہار ہے، اس سے دوا لی اور اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی ہے۔“

”فلاں ڈاکٹر یا طبیب کے ہاتھ میں شفا ہے“ قسم کے جملے عقیدہ توحید کے منافی ہیں۔ علمائے توحید ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔

اس طرح کے امور پر ”ان علوم کو مشرف بہ اسلام کرنے کی پھٹی“ ان حضرات کے نزدیک کوئی خوش کن طعنہ ہو تو ہو لیکن یہ ہمارے دین کا حصہ ہے، ہم اس سے کسی طرح دستبردار نہیں ہو سکتے۔ نہ اس پر معذرت خواہ ہی ہیں۔

محسن انسانیت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ نے دنیا برتنے کے تمام تر معاملات کو ”دین“ بنا دیا ہے اور یہ آپ کا بے مثل و بے مثال احسان ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو:

کتا..... انسان کا خادم جانور ہے، اللہ کی مخلوق ہے، حسب ضرورت اس سے فائدہ حاصل کرنا انسانی ضرورت ہے، شریعت نے اس کی اجازت دی ہے، مگر اس سے اختلاط کی ایک حد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

» طَهُورُ إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يُغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، أَوْ لَاهُنَّ بِالْتُّرَابِ « (مسلم، الطہارۃ)

”تمہارے برتن کی پاکیزگی، جب اس میں کتا منہ ڈال جائے تو یہ ہے کہ اسے سات بار دھویا جائے، پہلی بار مٹی سے ہو۔“

اس بات کو آپ ﷺ نے محض ”نظافت“ سے اوپر اٹھا کر ”طہور“ (پاکیزگی) تک پہنچا دیا ہے۔ نظافت محض ”دنیا“ تھی، مگر آپ کی تلقین سے یہ عمل طہور اور ”دین“ بن گیا۔

منہ کی صفائی انسان کی عادت کا حصہ ہے، مگر آپ ﷺ کے فرمان سے کہ ((الْبِسْوَالُ مَطْهُرٌ لِلْفَمِ مَرْصَادٌ لِلرَّبِّ)) (مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضا کا باعث ہے) ایک دینی عمل بن گیا ہے، جس میں ایک بڑا اجر و ثواب ہے۔

یہ باتیں سرسری نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق اور بنیاد و اساس ہمارا دین و عقیدہ ہے۔ ایک با بصیرت مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کل کائنات اور جو اس میں حرکت و نمو اور بنو نوع انسانی کے اعمال ہیں ان سب کا خالق اور مبداء اول اللہ عزوجل ہے۔ انسان کو محض ایک حد تک کسب کا اختیار دیا گیا ہے۔ اسباب، فطرت یا طبیعت کو مستقل بالذات سمجھنا ”شُرک“ ہے۔ یہ شعویت ہمیں ایران کی مجوسیت میں ملتی ہے، جنہوں نے اس کائنات میں دو الہوں کا نظریہ دیا کہ ایک یزدان ہے یعنی الہ الحق، الہ الخیر یا الہ النور اور دوسرا ہے اہرمن یعنی الہ الشر، یا الہ الظلمۃ وغیرہ..... اسلام اور قرآن کریم اس شعویت کو مٹانے ہی کے لیے آیا ہے:

﴿وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا آلَ هَارُونَ إِثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ﴾ (النحل، ۵۱:۱۶)

”اللہ ارشاد فرما چکا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ، معبود تو صرف وہی اکیلا ہے۔“

﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ﴾ (النساء، ۷۸:۴)

”کہیے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔“

﴿وَالرُّسُخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا﴾ (آل عمران، ۷:۳)

”علم میں گہرائی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم ان چیزوں پر ایمان لائے اور ہر چیز ہمارے رب کے پاس سے ہے۔“  
﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (المؤمن، ۴۰: ۶۲)  
”یہی اللہ ہے، تمہارا رب، ہر شے کا خالق!“  
یہ مظاہر و تجربات الگ رہے، انسان کی سوچوں کی لہروں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے:  
﴿وَمَا تَشَاءُ ذُنْ لَا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ (الدھر، ۶۰: ۳۰)  
”اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے۔“

یہاں کچھ اور حساس قسم کے مباحث ہیں، ان کے لیے عقیدہ واسطیہ اور عقیدہ طحاویہ جیسی کتب عقائد کا مطالعہ و مراجعہ مفید ہے، بلکہ علمائے راہنہ سے ان کی تفہیم ضروری ہے ورنہ سخت قسم کی الجھنیں سامنے آ جاتی ہیں۔

بہر حال ہم مدارس و مکاتب دینیہ کے گوشہ گیر یہ ہدف پیش نظر رکھے ہوئے ہیں کہ بنی نوع انسان کے گم گشتہ افراد کو عقیدہ توحید و سنت کی دعوت دیتے رہیں گے، اور ان میں رائج سماجی و عمرانی علوم کو بھی مشرف بہ اسلام کرنے کے لیے جان توڑ محنت کریں گے۔

مسلمانوں کے زوال کا باعث یقیناً یہی ثنویت اور عقیدہ توحید خالص سے دانستہ یا نادانستہ غفلت و جہالت ہے۔ فتح ایران کے موقع پر مسلمانوں کے سفیر نے ایرانی بادشاہ کے سامنے کہا تھا کہ:

”ہم اسی غرض سے آئے ہیں کہ اللہ کی مخلوق کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لے آئیں۔“

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکثر ”دانشور“ ”زوال حکومت“ کو مسلمانوں کا زوال قرار دے دیتے ہیں حالاں کہ یہ درست نہیں ہے، حقیقت میں زوال مسلمانوں کے عقیدہ و عمل اور اخلاق و کردار کا زوال ہے۔ بقول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

”نبوت اور شریعت..... ملک و سلطنت کی انتہا ہے۔ نبوت کی سلطانی اور حکمرانی ہی مومن کا مقصود ہوتی ہے۔ اسے دنیا کی عزت و حکومت سے کوئی غرض نہیں۔ اسلام چند تصورات کی حکومت چاہتا ہے، خدا کی سلطنت کو پھیلانا چاہتا ہے، نہ کہ انسانوں پر انسانوں کے اقتدار کو

ان کی سلطنت سے ہے فاش یہ رمز غریب سلطنت اہل دل فقر ہے، شاہی نہیں!“<sup>(۱)</sup>  
علامہ اقبال کے کلام میں سے اس موضوع پر بہت کچھ پیش کیا جاسکتا ہے مثلاً:

یہ عیش فراواں یہ حکومت یہ تجارت  
دل سینہ بے نور میں محروم تسلی!  
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے  
یہ وادیِ امین نہیں شایان تجلی!  
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جو انرگ  
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی!  
(کلیات اقبال، ص ۶۰۲، ضرب کلیم)

وصلی اللہ علی النبی محمد علی الہ واصحبہ اجمعین۔

### بدر منیر علیہ السلام کا نفرنس

۱۸۔ اپریل بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جامع مسجد مبارک اہل حدیث ماچھی کے ضلع شیخوپورہ میں سالانہ بدر منیر کانفرنس ہوگی۔ جس میں جید علمائے کرام سیرت النبیؐ کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔

[محمد زبیر عابد شیخوپورہ]

(۱) اسلام اور غیر اسلامی تہذیب، ص ۲۹، ترجمہ اقتضاء الصراط المستقیم، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

# سیدی وابی..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانبا ز رحمۃ اللہ

پروفیسر عبدالعظیم جانبا ز، سیالکوٹ

## ولادت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد علی جانبا ز ۱۹۳۴ء میں مشرقی پاکستان کے ضلع فیروزپور (بھارت) کے قصبہ بدھو چک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی نظام الدین اور تعلق راجپوت وٹو برادری سے تھا۔

## قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم کا آغاز

والد محترم نے تعلیم کا آغاز اپنے قصبہ ہی کی مسجد سے کیا۔ یہاں پر آپ کے استاد محترم مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو انتہائی نیک انسان تھے۔

## علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم

قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی ابتدائی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں اور بعد ازاں اپنے استاد محترم مولانا محمد رحمۃ اللہ کی ترغیب پر ۱۹۵۱ء میں آپ مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈنوالہ ضلع فیصل آباد میں داخل ہوئے یہاں پر مولانا محمد صادق خلیل اور شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب قریشی سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ العرب والجم استاد العلماء حضرت العلامة حافظ محمد صاحب گوندلوی اور استاذ العلماء محدث العصر حضرت شیخ مولانا ابوالبرکات احمد مدرسی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا۔ یہاں سے فراغت کے بعد ۱۹۵۸ء میں جب جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کا باقاعدہ آغاز ہوا تو آپ حضرت العلامة حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ

نبی کریم ﷺ نے اہل کمال کی قلت اور ان کی قدردانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انما الناس کالابن المائہ لاتکاد تجد فیہا راحلہ  
(البخاری: ص ۹۶۲، ج ۲)

”لوگوں کی مثال ایک سواوٹ کی طرح ہے جس میں بمشکل تم ایک اونٹ پاؤ گے جو سواری کے قابل ہو“۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے امت کو یہ سبق دیا ہے کہ صاحب کمال لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور وہ بڑی محنت اور طویل مدت کے بعد بنتے ہیں۔ لہذا ایسے باکمال انسانوں کی قدر کرو۔ انکی حفاظت کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ حضرت والد محترم علیہ الرحمہ ان باکمال اور چیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے علم اور تقویٰ کے علاوہ بہت سی صفات جمع کر دی تھیں۔ خصوصاً اس قلت الرجال بلکہ قحط الرجال کے دور میں: جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نوازتا ہے اور اس سے اپنے دین کا کام لیتا ہے۔ تو اس کے لیے ایسے اسباب بھی مہیا فرمادیتا ہے تاکہ وہ باآسانی اس مقام تک پہنچ سکے۔

ذیل میں حضرت والد محترم مولانا محمد علی جانبا ز رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات و واقعات افادہ عام کے لیے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم نور اللہ مرقدہ کے درجات عالیہ بلند فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

کے ہمراہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری، موطا امام مالک، حجتہ اللہ البالغہ، اور کئی ایک کتب کا درس لیا۔ حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ نے جامعہ سلفیہ میں ہی فضیلۃ الشیخ مولانا شریف اللہ خاں سواتی اور مولانا پروفیسر غلام احمد حریری سے بھی استفادہ کیا۔ اور اسی اثناء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فاضل عربی، فاضل فارسی میں امتحانات پاس کیے

**تدریس کا باقاعدہ آغاز:**

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۵۸ء میں مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے ترغیب دلانے پر آپ نے جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) سے ہی اپنے تدریسی دور کا آغاز کیا اور جامعہ کی لائبریری کے انچارج بھی رہے۔

### **والد محترم حضرت جانناز کی سیالکوٹ آمد:**

۱۹۶۲ء میں والد محترم سیالکوٹ تشریف لے آئے یہاں پر آپ نے پہلے پہل مدرسہ دارالحدیث جامع مسجد اہل حدیث ڈپٹی باغ میں درس و تدریس شروع کی۔ دو سال بعد یہ مدرسہ ڈپٹی باغ والی مسجد سے مسجد اہلحدیث ابراہیمی میانہ پورہ منتقل ہو گیا اور مولانا مرحوم کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ اور آپ کی شب و روز کی محنت کی وجہ سے جامعہ ابراہیمیہ ترقی کی منازل مسلسل طے کرتا رہا۔ ۱۹۷۰ء میں مولانا مرحوم نے جامعہ ابراہیمیہ کو جامع مسجد اہل حدیث محلہ لاہوری شاہ تاج روڈ پر منتقل کیا۔ ۱۹۷۹ء تک آپ اسی مسجد میں درس و تدریس کا کام فی سبیل اللہ سرانجام دیتے رہے۔

### **مستقل ادارے کا قیام:**

۱۹۸۰ء میں جامعہ ابراہیمیہ کو مستقل طور پر الگ عمارت میں منتقل کیا اور بعد میں کچھ ناگزیر حالات و واقعات کے پیش نظر اس کا نام جامعہ ابراہیمیہ سے تبدیل کر کے جامعہ رحمانیہ رکھا گیا جو الحمد للہ ابھی تک اللہ

کے فضل اور والد محترم کی انتھک محنت و کوشش کی وجہ سے کتاب و سنت کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ والد محترم نے جامعہ کی بنیاد اخلاص اور اتباع سنت پر رکھی۔ آپ نے جامعہ صرف اور صرف دین کی اشاعت کے لیے قائم فرمایا تھا۔ اس سے آپ کا کوئی ذاتی مفاد واسطہ نہیں تھا۔ آپ نے اسکی بنیاد توکل علی اللہ پر رکھی اور یہ توکل انسان صرف اس وقت کر سکتا ہے جب اس کا ایمان کامل ہو اور خاص طور پر اس علاقے (سیالکوٹ) میں جہاں ان کا کوئی رشتہ دار تھا نہ برادری تھی یہ صرف اللہ کا احسان تھا کہ اس نے انہیں اپنے دین کی سر بلندی کے لیے چن لیا تھا۔ ان کی جتنی زندگی اللہ کے علم میں تھی۔ اللہ نے ان سے خوب کام لیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔

### **مضمون نگاری:**

والد محترم نے اپنے زمانہ طالب علمی میں مضمون نگاری کا آغاز کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے مختلف موضوعات پر جماعت اہل حدیث کے مختلف رسائل و جرائد میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا جو آخری عمر تک جاری و ساری رہا۔

### **شخصیت:**

نازعہ عصر، فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانناز مرحوم جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ محقق، مؤرخ، مجتہد، فقیہ، ادیب اور دانشور بھی تھے۔ آپ بلند پایا خصوصیات کے حامل تھے۔ تمام علوم دینیہ پر آپ کو یکساں دسترس حاصل تھی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اسماء الرجال، تاریخ و سیر، منطق و فلسفہ، لغت و ادب اور صرف و نحو پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔ حدیث اور اسماء الرجال پر آپ کی نگاہ وسیع تھی۔ فقہ مذاہب اربعہ کے ساتھ ساتھ فقہ جعفریہ سے بھی آپ کو خوب شناسائی حاصل تھی۔

علوم اسلامیہ میں جامع الکمالات ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا

مرحوم عادات و خصائل کے اعتبار سے نہایت پاکیزہ انسان تھے۔ عزت و شرافت اور قناعت آپ کی سیرت کا جو ہر خاص تھا۔ زہد و ورع، تقویٰ اور طہارت اور شائستگی و اخلاق میں سلف صالحین اور علماء ربانین کے اوصاف کے حامل تھے۔ ہر شخص کا انفرادی تعلق اپنے مالک و مولیٰ سے یقیناً ہوتا ہے۔ اگر اخلاص و ایمان کی جو نشانیاں کتاب و سنت میں بتائی گئی ہیں وہ والد محترم میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ سلف صالحین کے جو واقعات کتابوں میں ملتے ہیں ان کا نمونہ ان کی زندگی میں نمایاں طریقہ سے نظر آتا تھا۔ ہمارے سیالکوٹ کے سابق ایم پی اے ارشد محمود بگواڈ و کیٹ نے والد محترم کی مایہ ناز کتاب انجبالحاجہ کی رونمائی کی تقریب میں اپنے خطاب میں کہا کہ جب میں مولانا صاحب کو ملتا ہوں تو ان کی شخصیت قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اور یہ بات انہوں نے کئی ایک فورم پر کہی۔

آپ کی زندگی میں علم و عمل اعلیٰ معیار پر ہونے کے باوجود طبیعت میں انتہائی سادگی تھی۔ آپ ہر کس و ناکس سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کی انداز زندگی انتہائی سادہ اور کوئی امتیازی شان معلوم نہ ہوتی تھی۔ ان کی خوراک انتہائی سادہ تھی۔ کھانا ہمیشہ بھوک رکھ کر کھاتے تھے۔ لمبی چوڑی ڈشز اور مختلف انواع و اقسام کے کھانے انہیں بالکل پسند نہیں تھے۔ شادی یا کسی دعوت پر جانا تو صرف وہاں چاول، دہی اور سویت ڈش تناول فرماتے۔

ان کی ساری زندگی اسوۂ رسول ﷺ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ہر مسلک اور ہر طبقہ کے لوگوں میں نہایت ہر دلعزیز تھے۔ لباس و پوشاک، رہنے سہنے میں نہایت سادگی۔ ہم نے انہیں قیمتی لباس پہنے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ سفید شلوار قمیض کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

مولانا کی علمی و دینی کاوشیں اس قدر پھیلی ہوئی ہیں کہ علمی ذوق سے بہرہ ور کسی بھی شخص کی معمولی کوشش سے مختلف عناوین سے بہت ہی قیمتی کتابیں منظر عام پر آسکتی ہیں۔ خدمت دین کا جذبہ ان کی نس نس

میں سایا ہوا تھا اور یہ عمل کسی سے مشروط نہیں تھا اور یہ عمل وہ بادل خواستہ نہیں بلکہ بطیب خاطر کرتے۔ خدمت دین کا عمل وہ کسی کو ممنون احسان کرنے کی بجائے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتے کہ وہ ان کے مزاج کا خاصا تھا۔ وہ موسم کے ساتھ خیالات بدلنے کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ وفاداری بشرط استواری کو ہی اصل ایمان جانتے تھے، اس لیے امتداد زمانہ کسی بھی مرحلے پر ان کو فکری کج روی اور نظریاتی پس ماندگی سے آلودہ نہ کر سکا۔ انکی فکر و نظر کا آئینہ مومن کے دل کی طرح صاف و شفاف تھا۔ ان کے خیالات رواں دواں چشموں کی طرح پاکیزہ اور عزائم و ہمالیہ کی طرح بلند تھے۔ وہ جس مقام و مرتبے کے عالم و مفتی اور مرجع خلائق کے بلند بام پر تھے۔ اس کے باوجود وہ ہر ایک کی دسترس میں تھے۔ ان سے ملاقات اور زیارت کے لیے کوئی خاص اوقات متعین نہیں تھے۔ وہ خود نمائی کو کیسے زیادہ مہلک مرض خیال کرتے تھے۔ ریا کاری اور تعلق سے ان کو اتنا ہی بعد تھا جتنا کہ ایمان اور کفر میں ہے۔ اس قدر محنت اور حصول مقصد کے لیے ایسی تڑپ ان میں تھی کہ بعض اوقات تو حقیقتاً ان پر ترس آنے لگتا، اگر کہا جاتا کہ کچھ دیر آرام کر لیں، تو وہ اپنے خاص انداز میں جواب دیتے کہ آرام تو ایک ہی دفعہ کریں گے، یا فرماتے:

آرام تو قبر میں کریں گے

### ذوق عبادت:

ذکر الہی بڑی کثرت سے کرتے تھے۔ رات کے آخری پہر میں اٹھ جاتے اور نماز تہجد زندگی بھر باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ تہجد کی نماز میں بہت روتے، انکے رونے کی آواز گھر والوں کو جگادیتی یوں معلوم ہوتا کہ کہیں ہنڈیا بل رہی ہے۔ بعض اوقات مطالعہ میں مصروف ہوتے اور رات دیر سے سوتے مگر ذوق عبادت اس قدر پختہ ہو چکا تھا اور شب خیزی کی عادت ایسی راسخ ہو چکی تھی کہ رات کے پچھلے پہر حسب معمول اٹھ جاتے۔

## مولانا جاناباز کی تصانیف

(۱) انجاز الحاجۃ (عربی، ۱۲ جلدیں) (۲) صلوٰۃ المصطفیٰ (۳) معراج مصطفیٰ (۴) آل مصطفیٰ، (۵) احکام سفر، (۶) عورت کا سیاست میں حصہ لینے کی شرعی حیثیت (۷) حرمت متعہ (۸) حرمت متعہ بجواب جواز متعہ (۹) نفحات العطر فی مسائل عید الفطر (۱۰) احکام دعاء اور توسل (۱۱) مسائل عید الاضحیٰ اور قربانی، (۱۲) دوران خطبہ دور کعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم (۱۳) صفات المؤمنین، (۱۴) اہمیت نماز (۱۵) اسلام میں صلہ رحمی کی اہمیت، (۱۶) ارکان اسلام (۱۷) احکام نکاح، (۱۸) احکام عدت (۱۹) احکام قسم اور نذر، (۲۰) احکام وقف اور ہبہ (۲۱) رزق حلال اور رشوت (۲۲) توہین رسالت کی شرعی سزا (۲۳) تحفہ الوری فی تحقیق مسائل عید الاضحیٰ (۲۴) اردو شرح الربیعین ثنائی (۲۵) اردو شرح الربیعین ابراہیمی، (۲۶) عمدۃ التصانیف شرح نخبۃ الاحادیث (۲۷) اقسام والی بیع کی شرعی حیثیت، (۲۸) احکام ومسائل رمضان المبارک (۲۹) احکام وتر، (۳۰) مشورہ اور استخارہ (۳۱) ووٹ کی شرعی حیثیت، (۳۲) تاریخ پاکستان اور حکمرانوں کا کردار ذیل میں ان دینی جرائد کی تفصیل ہے جو جامعہ میں باقاعدہ آرہے ہیں۔ ان میں سے اکثر رسائل ایسے ہیں، جن کی مولانا مرحوم نے باقاعدہ جلد بندی کی ہوئی ہے۔

ماہنامہ محدث لاہور، ششماہی فکر و نظر، اسلام آباد

ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ماہنامہ خیر العمل، لاہور

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، ماہنامہ البعث الاسلامی (عربی) انڈیا

ماہنامہ الاخوات، لاہور، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ انڈیا

ماہنامہ شہادت، اسلام آباد، ماہنامہ نوائے اسلام دہلی، انڈیا

ماہنامہ بینات، کراچی، ماہنامہ نداء الجامعہ لاہور

ماہنامہ الدعوة، لاہور، ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، ماہنامہ ترجمان دہلی انڈیا

ماہنامہ الحکمت، لاہور، ماہنامہ محدث بنارس انڈیا

ماہنامہ البلاغ، کراچی، صحیفہ اہل حدیث کراچی

ماہنامہ الفرقان (عربی) کویت، ماہنامہ اشراق لاہور

ماہنامہ دارالعلوم انڈیا، ہفت روزہ شہید لاہور

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

ہفت روزہ البشیر لاہور

## جامعہ کی لائبریری

حضرت والد محترم رحمہ اللہ کے کتاب کے ساتھ مضبوط تعلق کی وجہ سے وہ ”خیر جلیس فی الزمان کتاب“ کا اچھا نمونہ تھے اور اچھی کتاب کا ہمیشہ تجسس کرتے تھے۔ کتب کی خرید و فروخت کے سلسلے میں اکثر دوکانوں پر آنا جانا رہتا تھا۔ کوئی اچھی کتاب آپ کی نظر سے گزرتی، اس کے حصول کی پوری کوشش کرتے۔ الحمد للہ ان کی لائبریری میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں اور ہر موضوع پر کتاب ہے۔ آپ کی لائبریری بڑی بڑی لائبریریوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ اللہ کے فضل و کرم سے ان کی کتاب ”انجاز الحاجۃ“ شرح ابن ماجہ (عربی زبان میں) بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

## امت مسلمہ کی فکر:

والد محترم رحمہ اللہ بڑے افسردہ تھے کہ ظالم کفار اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کرنے کے درپے ہے۔ مگر عالم اسلام بے حس ہے، افغانستان، عراق سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے عالم کفر متحد ہو چکا ہے۔ مگر ہائے افسوس! کہ امت مرحومہ کہلانے والے، جسد واحد کہلانے والے، بے حس ہیں اور غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ کفر بتدریج اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کا مقابلہ ایمان و ایقان سے ممکن ہے۔ خدا کی ذات پر پختہ یقین ہی فتح و کامرانی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی بدکرداری اور بد عملی سے توبہ کر کے دامن دین سے وابستہ ہو کر میدان عمل

میں آگے بڑھیں اور اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کر لیں۔ افغانستان، فلسطین، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا کے نہتے اور مدد کے منتظر مسلمانوں کے لیے اللہ رب العزت کے حضور دعا مانگیں کہ رب ذوالجلال ان پر نصرت خداوندی کی وہ ہوائیں چلا دے، جیسی اس نے بدر کے میدان میں اپنے محبوب نبی ﷺ کی نصرت کے لیے چلائی تھیں۔

### بیماری کے ایام

بیماری کے ایام میں جب کوئی عیادت کے لیے آتا تو والد محترم ﷺ احباب یا دوستوں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے اور نہایت نحیف اور لرزتی ہوئی آواز میں فرمانے لگتے ”میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں، میرے پاس کوئی سرمایہ آخرت نہیں ہے، میں نے عمر بھر کچھ نہیں کیا۔ چند سیاہ لکیریں کھینچی ہیں، اللہ تعالیٰ انہی کو قبول فرما لیں تو اس کی رحمت ہے۔“

یہ وہی غلبہ توحید اور اپنی بے مانگی کا احساس ہے جس کو مقام عبدیت اور فناء الغنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ”ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“ جوں جوں مرض اور تکلیف بڑھتی گئی صبر و تحمل اور برداشت بھی بڑھتا گیا اور رضا بالقضاء کے اعلیٰ ترین مقام کے حصول اور ترقی درجات سے مالا مال ہوتے گئے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے۔

”ہماری مثال اس برف کے تاجر کی سی ہے جو بازار میں برف بیچنے کے لیے بیٹھا ہو ہر لمحے اس کا سرمایہ پگھل کر پانی کی صورت میں ضائع ہو رہا ہے، جتنی جلدی وہ اس کو فروخت کر دے اتنا ہی اس کا فائدہ ہے..... زندگی کی اس برف کو پگھلنے سے پہلے یہ برف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دینی چاہیے۔“

### آخری ایام

حضرت والد محترم ﷺ زندگی کے آخری چھ مہینے مسلسل بیمار رہے، دل کے عارضے میں مبتلا تھے۔ اتنی زیادہ تکلیف اور نقاہت ہونے کے باوجود رات کو کسی کو نہیں جگاتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ تکلیف اس

طرح کی نہیں تھی کہ والد صاحب علیہ الرحمۃ آہیں بھرتے اور کراہتے۔ جب بھی انہیں ہسپتال گاڑی میں یا ایسبولینس میں لے کر جاتے، چلنے سے پہلے سر پر ٹوپی اور ہاتھ میں رومال ضرور رکھتے، یہ وضع داری زمانہ طالب علمی سے آخری دن تک نبھاتے رہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ بیمار ہونے کے باوجود ان کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا نہیں ہوا بلکہ حلم اور مزاج کا دھیمپا پن روز بروز بڑھتا گیا۔ ذرا طبیعت سنبھلتی تو طبیعت کی ظرافت اور چہرے کی بشاشت لوٹ آتی۔

جب تک ان میں سکت رہی، انتہائی نقاہت کے باوجود نماز باقاعدگی سے وقت پر اور مسجد میں ہی پڑھتے رہے۔ روزے برابر رکھتے رہے (اگرچہ ڈاکٹر نے روزہ رکھنے سے سختی سے منع کیا تھا) نماز تراویح التزام سے پڑھتے رہے، پاؤں اور ٹانگوں میں شدید درد کے باوجود نماز تراویح کبھی بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر پڑھتے۔ ماشاء اللہ ۲۰۰۸ء کے رمضان المبارک کے مہینے کے دو جمعہ المبارک کے خطبے خود پڑھائے۔ اس کے بعد طبیعت نے ساتھ نہ دیا۔ آخری دنوں میں بات بہت کم کرتے تھے لیکن ہوش و حواس آخری لمحے تک برقرار رہے ”رب اغفر و ارحم و انت خیر الراحمین“ اور بھی مزید اذکار کثرت سے کرتے رہتے اور آنکھیں نم دار رہتی۔ انتہائی آخری دنوں میں بیماری کی شدت، نقاہت اور بے خوابی کی وجہ سے نماز میں بعض اوقات تاخیر ہو جاتی تو انہیں بہت صدمہ ہوتا۔ ڈاکٹر انجکشن وغیرہ لگا دیتے جس سے وہ نیم بے ہوشی میں چلے جاتے جب ذرا سا ہوش آتا تو فوراً ان کا پہلا سوال نماز ہی کا ہوتا، برادر عبدالحنان جانباز، چونکہ زیادہ تر ان کے پاس ہی ہسپتال میں ہوتے، ان سے پوچھتے بھی کون سی نماز کا وقت ہے تیمم کروادیں۔ والد محترم ﷺ شاید بیماری کی وجہ سے اتنا پریشان نہ تھے جتنا کہ نماز کے فوت ہو جانے پر پریشان ہوتے۔

ربنا لا تو اخذنا ان نیسنا اوا خطانا، ربنا ولا تحمل  
علینا اصراً کما حملة علی الذین من قبلنا، ربنا



ولا تجعلنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا  
وارحمنا انت مولانا فالنصرنا على القوم  
الكافرين۔

مضطرب و پریشان ہو کر دعائیں مانگتے۔

”اللهم اغفر وارحم وانت الاغرا لاکرم، اللهم انک  
عفو تحب العفو فاعف عني۔ اللهم مغفرتک اوسع  
من ذنوبی ورحمتک ارجی عندی من عملی۔

### تاریخ وفات

فضیلۃ الشیخ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۸ء کی رات تقریباً  
ساڑھے آٹھ بجے ہمیں داغ مفارقت دے کر خلد نشین ہو گئے۔ آپ  
کے چہرے کی بشاشت اور ہونٹوں کی مسکراہٹ اور یہ انداز کہ گویا ابھی  
لب و اہو کر کسی بات کا اظہار فرمانے والے ہیں۔ علامہ اقبال نے کیا  
خوب کہا تھا۔

نشان مرد مومن یا تو گویم

چومرگ آید تبسم برب اوست

### والد محترم کی نماز جنازہ

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نماز جنازہ پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی صاحب  
نے پڑھائی۔ جنازے میں مولانا فاروق احمد راشدی، مولانا عطاء الرحمن  
اشرف، مولانا عبدالمنان نور پوری، مولانا عبدالسلام بھٹوی، مولانا ارشاد  
الحق اثری، المقری محمد ادریس عاصم، مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق  
بھٹی، عبدالرشید عراقی، حافظ احمد شاکر، حافظ ابتمسام الہی ظہیر، پروفیسر  
میاں محمد یوسف سجاد، مولانا عبدالوہاب روپڑی، مولانا عباس انجم، مولانا  
راناشیفق پسروری، مولانا حکیم محمود احمد ظفر، عبدالواحد ایڈوکیٹ سپریم  
کورٹ، مولانا ملک عبدالحکیم، قاری جمال الدین، پروفیسر محمد امین جاوید،  
ارشاد محمود بگو سابق ایم پی اے، خواجہ محمد آصف ایم این اے، منشاء اللہ بٹ

سابق ایم پی اے۔ راقم الحروف کے کالج کا سٹاف اور تمام مکاتب فکر و  
دیگر مذہبی و سیاسی شخصیات کے علاوہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ہزاروں  
عوام کا جم غفیر شامل تھا۔

نماز جنازہ کا سلام پھیر کر مقتدیوں پر نظر ڈالی، لوگوں کا بے پناہ  
ہجوم دیکھ کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ یاد آ گیا۔

”الفرق بیننا و بین اہل ابدح یوم الجنائز“

جب والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک لحد میں اتارا جا رہا تھا، یقین  
نہیں آتا تھا کہ آج کے دن سے ہم ہمیشہ کے لیے اپنے والد کی شفقت و  
محبت سے محروم ہو رہے ہیں۔ جب میں قبرستان سے واپس لوٹا تو مجھے  
ان کی دعائیں یاد آ رہی تھیں، جو وہ اکثر نماز تہجد میں رور و کر اپنی مغفرت  
اور بخشش کے لیے کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ان کو اعلیٰ و علین میں مقام عطا  
فرمائے اور ان کی زندگی بھر کی لغزشوں سے درگزر فرما کر غفور و کریم کا معاملہ  
فرمائے۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات  
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بدوں  
تو حید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے  
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

### سیرت النبی ﷺ کا نفرنس

مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہراء للبنات (رجسٹرڈ) علی پور ضلع مظفر گڑھ کی  
سالانہ سیرت النبی ﷺ کا نفرنس ۱۲/ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعرات منعقد  
ہوگی۔ مشاہیر خطباء و علما خطاب کریں گے۔  
[ابو محمد عبدالستار مہتمم مدرسہ]

## توحید باری تعالیٰ کے بارے میں تقریری و تحریری مقابلہ

عقیدہ توحید اعتقاد اور صرف آخرت کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توحید نظام کائنات کی بقا کی ضامن اور شرک کائنات کے بگاڑ کا سبب ہے۔ توحید ہی دین کی ابتداء اور انتہا ہے باقی ارکان اس کے تقاضے ہیں۔ اس لیے تمام انبیاء اپنی دعوت کی ابتداء عقیدہ توحید سے کیا کرتے تھے۔ یہ جزوقتی دعوت نہیں بلکہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ یہی پاکستان کی بنیاد ہے۔ وطن عزیز میں مساجد سے باہر پہلی دفعہ اس تحریک کا آغاز ہوا۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپنی اپنی جماعتوں میں رہ کر اخلاقی، تبلیغی تعاون فرمائیں۔ توحید کا شعور اور شرک کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے کے لیے تقریری، تحریری مقابلے اور مذاکرے شروع کیے جا رہے ہیں۔

مقام: جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ زیر صدارت شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید صاحب بتاریخ: 18 مارچ بروز بدھ 10 بجے دن

مخبر: شیخ الحدیث قاری محمد سعید کلیر وی، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری، مہمان خصوصی: مولانا محمد اعظم، مولانا محمد رفیع سلفی خصوصی خطاب: پروفیسر حافظ مطیع الرحمن چانسلر امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ کنوینئر تحریک کے جواب دینے کے ساتھ تحریک کا مقصد بھی بیان کریں گے۔

**عنوانات** ① اللہ تعالیٰ کی صفت اللہ کی جامعیت اور اس کے تقاضے۔ (قرآن مجید میں لفظ اللہ تعالیٰ کی کس کس صفت کے لیے استعمال ہوا ہے) ② توحید کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات۔ ③ توحید کی اہمیت و فرضیت۔ (ہندو، سکھ، عیسائیت اور بدھ مت کی نظر میں) ④ شرک کے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات۔ ⑤ دور رسوت میں اہل مکہ، یہودی اور عیسائی شرک کی کون کون سی اقسام میں مبتلا تھے۔ ہر مقرر کو دس منٹ وقت دیا جائے گا۔ **تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کے مجاز** ① گوجرانوالہ ڈویژن کے مدارس اور کالجوں۔ ② شرکت کرنے والے طلبہ ایک ہفتہ پہلے تحریراً مطلع فرمائیں۔ یاد رہے تمام مسالک کے طلبہ شرکت کر سکتے ہیں۔

تحریری مقابلہ اور اس کی تاریخ: اس میں علاقہ کی کوئی قید نہ ہے۔ مندرجہ بالا مقالہ جات میں سے کسی عنوان پر مقالہ قلم ساز کاغذ ۳۰ صفحات پر خوشخط مکمل حوالہ جات کے ساتھ یکم اپریل تک ہیڈ آفس جامعہ ابو ہریرہ پہنچنا چاہیے۔ انعامات تقریری مقابلہ کے مطابق ہونگے۔

دیگر مقابلے اور مذاکرے: اسلام آباد: جنوری۔ لاہور: اپریل۔ ملتان: مئی۔ بلتستان: جون۔ فیصل آباد: جولائی۔ کراچی: اگست۔ تفصیلات پروگرام کے مطابق دی جائیں گی۔ 2000 روپے کی کتب اور نقد انعامات اول انعام: 1500، دوم: 1200، سوم: 900۔

راہنہ: حافظ عمران عرف بن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقدیر مرحوم مدیر جامعہ محمدیہ 0300-4624497/0333-4566379

## ابو ہریرہ شریعہ کالج میں داخلہ لیجئے..... چار سال میں سند قرات، درس نظامی اور گریجویشن

حضرات اس سچائی سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ملک میں یہ پہلا ادارہ ہے جس میں 1997ء سے درس نظامی کے ساتھ لازمی ایف۔ اے، بی۔ اے کروایا جا رہا ہے۔ ابو ہریرہ شریعہ کالج کے امتیازات: ① کمابن نصاب تعلیم کا بانی ② تفسیر فہم القرآن، دیگر کتب کا ناشر ③ تحریک دعوت توحید کا داعی داخلہ 25 اپریل 15 بجے میرٹ: میٹرک، ایف۔ اے: میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں تاہم نفل ہونے کی صورت میں انہیں فائز کر دیا جائے گا۔

**نصاب شریعہ کالج** سال اول: ترجمہ القرآن سورۃ الفاتحہ تا الاعراف، مشکوٰۃ المصابیح اول، علم الخو، علم الصرف، ابواب الصرف، دروس اللغة

العربیہ (دو حصے)، تجوید القرآن، تفسیر التجوید، حفظ تیسواں پارہ (آخری نصف) فرسٹ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔

سال دوم: ترجمہ القرآن سورۃ الاعراف تا سورۃ النمل، مشکوٰۃ المصابیح ثانی، تجوید، شرح مائتہ عامل، کتاب الصرف، الطیب الخ، معلم الانشاء (دو حصے)۔ تجوید القرآن، القول السدید فی علوم التجوید، حفظ تیسواں پارہ (نصف اول) سورۃ السجدۃ، الجمعۃ، المنافقون، سیکنڈ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔

سال سوم: ترجمہ القرآن سورۃ النمل تا سورۃ الناس، مسلم شریف، ترمذی شریف، ہدایہ الخو، علم الصیغہ، السراجی، شرح نخبۃ الفکر، تجوید القرآن

: تیسرا التجوید، حفظ 29 پارہ (آخری نصف) سورۃ الحشر، تھرد ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی۔

سال چہارم: بخاری شریف، ہدایہ، الوجیز، شرح ابن عقیل، الفوز الکبیر، تجوید القرآن، حفظ 29 پارہ (نصف اول) فورتھ ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی

الداعی: میاں محمد جمیل، کنوینئر تحریک دعوت توحید پاکستان ہیڈ آفس: جامعہ ابو ہریرہ کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور 0333-4566379, 42-5417233

## قرآن کیا ہے؟

(۳)

تو بجاں افگندہ سوزے دگر مگر تونے تو اپنی روح میں کچھ اور ہی سوز پیدا کر لیا ہے	در ضمیر تو شب و روزے دگر اور تیرے دل میں کچھ اور شب روز گردش کر رہے ہیں
گہنہ ہُد افرنگ را آئین و دیں افرنگ کے آئین و دین تو بہت پرانے ہو چکے ہیں	سُوئے آں دیر گہن دیگر مبین تو اس پرانے بت خانے کی طرف دوبارہ نہ دیکھ
کردہ کارِ خدا ونداں تمام تو نے تو معبودوں سے قطعی انکار کر دیا	بگذر از لا جانبِ اِلّا حرام مگر چاہیے یہ کہ قطعی انکار کو چھوڑ کر ایک معبود کو مان
در گذر از لا اگر جوئندہ اگر تو حق کا متلاشی ہے تو کفر و انکار چھوڑ دے	تا رہ اثبات گیری زندہ جب تک تو خدا کا اقرار کرے گا، زندہ رہے گا
اے کہ می جوئی نظامِ عالمے تو جو نیا نظامِ عالم تلاش کر رہا ہے	جستہ او را اساسِ محکمے کیا تو نے اس کے لیے کوئی مضبوط بنیاد بھی ڈھونڈی ہے
داستانِ کہنہ شستی باب باب تو نے پرانی داستانِ سیاست تو بالکل مٹا ڈالی	فکر را روشن کن از اُم الکتاب اب اپنی فکر کو قرآن مجید سے روشن کر
با سیہ فاماں پد بیضا کہ داد؟ سیاہ فام لوگوں کو پد بیضا کس نے دیا؟	مژدہ ”لا قیصر و کسری“ کہ داد؟ اور شکستِ قیصر و کسری کی بشارت کس نے سنائی؟